مسلمانانِ پاکستان کو لیلۃ القدر کے ساتھ یومِ آزادی اور عید الفطر مبارک ہو

وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا ٱلۡقُرۡءَانَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِن مُّدَّكِرٖ (القرآن)

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے!



| | | | |
|---|---|---|---|
| جلد 12 | شمارہ 06 | رمضان 1439ھ | جون 2018ء |

ISSN 2305-6231

ماھنامہ


# حکمتِ بالغہ

جھنگ


مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی

حافظ مختار احمد گوندل

پروفیسر خلیل الرحمٰن

محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون ونگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

تزئین وگرافکس: ثاقب نذر

قانونی مشاورت:

محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ



ترسیلِ زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہلِ ثروت حضرات سے تاحیات زرِ تعاون بیس ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرِ تعاون: اندرونِ ملک 500 روپے، قیمت فی شمارہ 50 روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَآلَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

# مشمولات


| | | | |
|---|---|---|---|
| 1 | قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات | سورۃ الفاتحہ | 3 |
| 2 | بارگاہِ نبوی میں چند لمحات | | 5 |
| 3 | حرفِ آرزو | انجینئر مختار فاروقی | 6 |
| 4 | ولی عہدِ سعودی عرب کے تیز ترین اقدامات! | رضی الدین سید | 9 |
| 5 | ’’مہذب حیوانیت‘‘ | مسز بینا حسین خالدی | 13 |
| 6 | توبہ کی ضرورت واہمیت | مولانا محمد انور چیمہ | 19 |
| 7 | حضرت محمد ﷺ کے رمضان المبارک | حافظ مختار احمد گوندل | 25 |
| 8 | ماہِ صیام تجدید عہد وفا کا موقع | محمد منظور انور | 38 |
| 9 | اعتکاف روحانی سفر کا راستہ | پروفیسر نصیر الدین شبلی | 44 |
| 10 | استقبالِ رمضان ...... پروگرام کی رپورٹ | انجینئر عبداللہ اسماعیل | 50 |
| 11 | مجلس اقبال چشمہ......اقبال کانفرنس رپورٹ | محمد ریاض | 53 |
| 12 | سیمینار سے افتتاحی کلمات | انجینئر مختار فاروقی | 55 |
| 13 | حیا کا مفہوم اور اہمیت | پروفیسر مہر غلام سرور | 61 |


ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

# قرآن مجید

کے ساتھ

# چند لمحات

## سورة الفاتحة (01)

ماہنامہ حکمت بالغہ کا نام سورۃ القمر (54) کی آیت نمبر 5 میں وارد اِن الفاظ سے لیا گیا ہے "حِـكْـمَةٌ بَـالِـغَةٌ فَـمَـا تُغْنِ النُّذُرُ"۔اسی مناسبت سے ماہنامہ حکمت بالغہ کے پہلے شمارے (جنوری 2007ء) میں سورۃ القمر سے آیات اوران کا ترجمہ شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا اور یہ جاری رہا تا آنکہ گزشتہ شمارے میں قرآن پاک کی آخری دوسورتیں اوران کا ترجمہ شائع کیا گیا۔اب مشاورت کے بعد شمارہ ہٰذا میں یہ سلسلہ قرآن پاک کی ابتداء سے جاری رکھا جارہا ہے، وَ اللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ۔

سورۃ الفاتحہ قرآن حکیم کی عظیم ترین سورت ہے۔اس کو اُمّ القرآن اور اساس القرآن بھی کہا جاتا ہے یعنی یہ پورے قرآن کے لیے جڑ، بنیاد اور اساس کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ سورت سات آیات پر مشتمل ہے اس کی پہلی تین آیات میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے اور آخری تین آیات میں اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے، جبکہ درمیانی چوتھی آیت میں بندے کا اپنے ربّ سے ایک عہد و پیمان ہے۔اس سورۃ کو نماز میں دہرائے جانے کی وجہ سے 'السبع المثانی' بھی کہا گیا ہے۔ یہ سورۃ مسلم شریف کی

ایک حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ سے بندۂ مومن کا مکالمہ ہے اور 'حضوری' کی کیفیات کی ضامن ہے اس وجہ سے نماز 'مومن کی معراج ہے' مشہور ہو گیا ہے۔

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ

سب طرح کی تعریف اللہ ہی کو (سزاوار) ہے جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے

اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ

بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ

انصاف کے دن کا حاکم

اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ

(اے پروردگار) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں

اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ

ہم کو سیدھے رستے پر چلا

صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ

اُن لوگوں کے رستے جن پر تو اپنا فضل وکرم کرتا رہا

غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ۙ

نہ اُن کے جن پر غصے ہوتا رہا اور نہ گمراہوں کے

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡم

# بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

## قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

**قَالَ اللّٰهُ: کُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهٗ، اِلَّا الصِّیَامَ، فَاِنَّهٗ لِیْ وَأَنَا أَجْزِیْ بِهٖ،**

**وَالصِّیَامُ جُنَّةٌ، وَاِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ أَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ، فَاِنْ سَابَّهٗ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهٗ، فَلْیَقُلْ اِنِّی امْرُؤٌ صَائِمٌ**

(بخاری، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انسان کا ہر عمل اس کے اپنے لیے ہوتا ہے، سوائے روزے کے، کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔

اور روزہ ڈھال ہے، اور جس دن تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ کوئی بیہودہ اور فحش بات نہ کہے اور شور وغل نہ کرے۔ اگر کوئی دوسرا اس کو بُرا کہے یا جھگڑا کرے تو اس کو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

زندگی در جستجو پوشید است علامہ اقبال
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است

# قیامِ پاکستان ___ لیلۃ القدر
# نزولِ قرآن

انجینئر مختار فاروقی

یہ بات ایک تاریخی حقیقت ہے کہ 3/جون 1947ء کے 'تقسیمِ ہند' کے پلان کی تفصیلات طے ہوئیں تو پہلے بھارت کی آزادی کا اعلان کیا جانا تھا اور وہ 14/اگست 1947ء کا دن مقرر ہوا جبکہ قیامِ پاکستان کا اعلان 15/اگست کی تاریخ کو ہونا تھا۔ مگر بھارت کے کارپردازوں نے غور وفکر کے بعد 14/اگست کی تاریخ کو اپنے لیے منحوس قرار دیا اور اس دن آزادی کے اعلان کو ناقابل قبول قرار دیا چنانچہ مشورہ سے تاریخوں میں تبدیلی کر کے 14/اگست کا دن پاکستان اور 15/اگست کا دن بھارت کی آزادی کے لیے طے پایا۔ اور اب ستر سال سے اسی طرح پاکستان اور بھارت اپنے یومِ آزادی مناتے ہیں۔

یہ مسلمانانِ برطانوی ہند کے اجتماعی ضمیر اور دو قومی نظریہ کی جیت تھی کہ وہ دن اور تاریخ جو بھارت کے ہندوؤں کے پنڈتوں، نجومیوں، مذہبی کتابوں کے علماء کے نزدیک نجس اور منحوس تھی وہی تاریخ پاکستان کے لیے 27 رمضان المبارک اور لیلۃ القدر تھی یعنی نزولِ قرآن کی رات تھی۔ یہ واقعہ بذاتِ خود 'دو قومی نظریہ' کی ٹھوس بنیاد ہے۔ ایک قوم کے نظریات کے مطابق ان کے توہماتی علوم (OCCULT SCIENCES) اور علم الاصنام (HINDU MYTHOLOGY) کے اعتبار سے جو تاریخ اور دن اور وقت منحوس اور بتوں کو ناراض کرنے والا ہے وہ گھڑی دوسری

قوم کے مطابق آسمانی کتاب قرآن مجید کے الفاظ میں بڑی بابرکت اور سعادت کی نشانی ہے۔

13-14/اگست کی درمیانی رات 12 بج کر ایک منٹ پر جب ریڈیو پاکستان سے قیامِ پاکستان کا پہلا اعلان ہوا وہ شب 27ویں رمضان المبارک 1366ھ تھی اور بعض کے نزدیک جمعرات کا دن تھا اور بعض کے نزدیک جمعہ کا، واللہ اعلم۔

لیلتہ القدر میں اعلانِ پاکستان، پاکستان دشمن، سیکولر، روشن خیال اور مغربی افکار کے حامی عناصر کے لیے ایک ڈراؤنا خواب ہے کہ اب بھی جب انہیں یاد آتا ہے تو نیند سے بیدار ہوکر پھر سیکولر پاکستان اور سیکولر قائداعظم کا دعویٰ کر دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ آوازان کے GUILTY CONSCIOUS ہونے کی دلیل ہے کہ کس دیدہ دلیری سے وہ تحریک پاکستان کے تاریخی حقائق کو چھپاتے ہیں، قیامِ پاکستان کے لیے علامہ اقبال کی 1911ء کی نظم شکوہ، 1912ء کی شمع وشاعر، 1913ء کی جوابِ شکوہ، 1923ء کی طلوعِ اسلام کے علاوہ بے شمار اشعار، بیانات، خطوط، خطابات اس بات کے شاہد عادل ہیں کہ پاکستان کا قیام —— ایک نظریاتی ریاست کا ہی قیام تھا، یہ ایک نظریاتی جنگ تھی جو پہلے علامہ اقبال نے لڑی۔ پھر قراردادِ پاکستان 23 مارچ 1940ء سے 3/جون 1947ء تک مسلسل سات سال قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں لڑی گئی اور اس جنگ کو مسلمانوں کے اجتماعی ضمیر کی طاقت نے قائداعظم محمد علی کی مسلم لیگ میں شامل کچھ کھوٹے سکّوں (جو سیکولرازم، روشن خیال اور مغربی بالادستی کے پرستار تھے اور بعض انگریز کے مراعات یافتہ تھے اور غالب قوت برطانیہ نے اپنے تزویراتی مقاصد کے لیے مسلم لیگ کی صفوں میں PLANT کیے تھے) کی مؤثر موجودگی کے علی الرغم جیت کر دکھایا۔ ع خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

افسوس صد افسوس، کہ قیامِ پاکستان کے بعد بہت سے بظاہر کلمہ گو لوگوں نے مسلمانوں کا لبادہ اوڑھ کر اور قائداعظم کی جیب کے اُن کھوٹے سکّوں (اور ان کی ذُرّیت صلبی ومعنوی) نے مارِ آستین کا کردار ادا کیا اور قیامِ پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کو سبوتاژ کرنے کی سرتوڑ کوششیں کیں۔ اور اس پر مستزاد ہے دوسری جنگ عظیم کے بعد عالمی صہیونی قوتوں کی نمائندگی برطانیہ کی بجائے امریکہ کے حصے میں آئی چنانچہ UNO کی ممبر شپ اور امریکہ کی دوستی کے ستر سال

قیامِ پاکستان کے حقیقی مقاصد پر مٹی ڈالنے اور مسلم نوجوانوں کے ذہنوں سے دوقومی نظریہ اور تحریک پاکستان کے مقاصد کو کھرچنے کی مسلسل کوششوں کا دوسرا نام ہے۔

حیرانی اور پریشانی کی بات یہ نہیں ہے کہ میڈیا، نصابِ تعلیم کی تبدیلی، انٹرنیٹ، یونیورسٹیوں کی تعلیم کی المنائی سرگرمیاں، صہیونی عزائم کے علمبردار کلب (روٹری کلب اور لائنز کلب وغیرہ)، طلباء کے لیے یورپی اور امریکی یونیورسٹیوں میں اعلیٰ تعلیمی وظائف، تعلیمی اور مطالعاتی دورے، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ کی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کے لیے غیرملکی دورے، ورکشاپیں اور کورسز، پاکستان سے مسلم ٹیلنٹ ہنٹ (MUSLIM TALENT HUNT)، سیاسی مداخلت اور اسلام دشمن سفارتکاری کے ذریعے، مرضی کے حکمران لاکر، اپنے ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے مسلسل عمل کے ذریعے مسلم دنیا کے معتد بہ حصہ کو مغرب نے اپنا ہم نوا بنالیا ہے، بلکہ حد درجہ حیرت واستعجاب کی بات یہ ہے کہ عالمی طاقتوں کی بھرپور اور ہمہ جہت (MULTI DIRECTIONAL) اور ہمہ گیر کوششوں کے باوجود پاکستان میں ایک طبقہ ابھی بھی پاکستان کے قیام کے حقیقی مقاصد اور بانیانِ پاکستان کے دعووں کے مطابق اسلام، قرآن، لیلۃ القدر کے تذکروں کے ساتھ خدا اور رسول ﷺ کی بات کہنے کے لیے کیوں اور کیسے باقی ہے؟

---

ہماری رائے میں 27/رمضان المبارک کو بھی ہر سال سرکاری سطح پر یومِ آزادی کی تقریبات کا انعقاد ہونا چاہیے تاکہ پاکستان کے قیام کا دینی تشخص بحال ہوسکے اور مغربی نمک خوار میڈیا اور بعض اہلِ قلم کی کاوشوں سے قیامِ پاکستان کے مقاصد پر جو سیاہی ڈالی جارہی ہے اس کو دھویا جاسکے اور نئی نسل کو بانیانِ پاکستان کے عزائم کے مطابق استحکامِ پاکستان کے حقیقی جذبے سے سرشار کیا جاسکے۔

---

تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن مجید سیکھیں اور سکھائیں (الحدیث)

# ولی عہدِ سعودی عرب کے تیز ترین اقدامات!
# اثرات بہت دور تک جائیں گے

رضی الدین سید، کراچی

شاہ سلمان بن عبدالعزیز نے جب سے عملی اقتدار اپنے صاحبزادے شہزادے محمد کو سونپا ہے، مملکت میں وہ سب کچھ بہت تیزی کے ساتھ رونما ہو رہا ہے جنہیں انجام دلوانے کے لئے مغربی طاقتیں پچھلے کئی عشروں سے لگاتار زور آزمائی کر رہی تھیں، ''اِس دور میں اسلامی شرعی سزائیں؟'' قوتیں سوچتی ہوئی مستقل ناک بھوں چڑھایا کرتی تھیں!۔ تاہم شاہ فہد کے دور تک تو الحمدللہ سعودی عرب کی اسلامی شناخت مضبوط طور پر باقی رہی جس کے باعث مغربی دنیا اپنی چالیں ناکام ہی دیکھتی رہی۔ بلکہ شاہ فیصل مرحوم تو اپنے دور میں قرآن وسنت کے نفاذ کے لئے انتہائی آہنی مرد ثابت ہوئے تھے۔ ملک کی بقا کا سبب انہیں اسلام ہی نظر آتا تھا اور اس معاملے میں وہ بہت پُراعتماد تھے۔ تاہم اب جو کچھ نوجوان شہزادے محمد بن سلمان کی قیادت میں ہو رہا ہے، دنیا کے مسلمان اس تبدیلی معکوس کا نفاذ اتنی تیزی کے ساتھ گمان نہیں کر سکتے تھے۔ نہ جانے ولی عہد اپنے ملک کو کیوں اس قدر جلد ''جدید یانے'' کی سعی کر رہے ہیں؟۔ ''مغرب کو پکڑنے کی دوڑ'' کی خاطر معاملات کو اگر وقوع پذیر کروانا بھی ہو، تب بھی بہرحال تدریج کی حکمت عملی ہی بہتر راستہ ہوتی ہے۔ (مصری دانشور محمد قطب، تیز رفتاری کی اس روش کو ''مغرب کو پکڑنے کی دوڑ'' قرار دیا کرتے تھے)۔ چنانچہ اس وقت مسلم دنیا رنج وغم میں ڈوبی سرگریاں ہے کہ اس خالص

مذہبی وتوحیدی مملکت ''سعودی عرب'' میں فرنگیت، عریانیت اور لادینیت کو منظّم طور پر آخر کس مقصد کے لیے فروغ دیا جارہا ہے؟ ایسا کیا معاملہ اچانک درپیش ہوگیا ہے کہ مملکت میں اسلام کو جدید رنگ میں تیز ترین رفتار سے ڈھالنے کی فکر کی جارہی ہے؟۔

صدیوں سے اپنی حدود کی پاسداری میں مطمئن سعودی خواتین کو اب جس انداز سے ایک لحاظ سے جبراً باہر نکال کر سر بازار نمایاں کیا جارہا ہے اور وہ تمام آزادیاں عطا کی جارہی ہیں، مغرب جن آزادیوں کے باعث آج خود بھی سر بگریباں ہے، اور جن آزادیوں کا نفاذ دنیا بھر میں اس نے اپنا دیرینہ مطالبہ بنا رکھا ہے یعنی مخلوط کھیلوں میں خواتین کی عام شرکت، عبایا سے آزادی، سڑکوں پر آتے جاتے لوگوں کے ہجوم میں جاگنگ، فیشن شوز، موسیقی پروگراموں میں خواتین کی عام شرکت اور سینما گھروں کے افتتاح وغیرہ۔ یہ وہ معاملات ہیں جن پر ہمیں دل کی گہرائیوں سے یقین ہے کہ سعودی خواتین کی کثیر تعداد اپنے اندر خود بھی بے چینی و کسلمندی محسوس کرتی ہوگی۔ حرمین شریفین کی مقدس وطیب سرزمین پر رونما ہونے والی یہ پریشان کن تبدیلیاں ایسی نہیں ہیں جن پر ہر خطے کے مسلمان سکون سے محظوظ ہورہے ہوں۔ بلکہ الٹا وہ صدمے وغم سے دوچار دکھائی دیتے ہیں۔ روئے ارض پر یہی تو ایک سرزمین ایسی ہے جو ان کے خوابوں کی محسوس ہوتی ہے اور جس پر ہر خطے کا مسلمان اپنے دل وجاں نچھاور کردینے کی تاحیات تمنا رکھتا ہے وہ سرزمیں جس کا صرف ذکر کرتے ہی ہم سب کی آنکھیں بھیگ بھیگ جاتی ہیں۔

شاہ سلمان اور ان کے صاحبزادے کو یقیناً علم ہوگا کہ کسی قوم کی ترقی، خواتین کو سرعام گھمانے اور ان کے جسم کو نمایاں کرنے سے نہیں ہوتی۔ خواتین کو جس قدر بے مہار آزادی دی جائے گی، لوگوں کے لیے سامانِ تفریح بنایا جائے گا، چہروں اور بازوؤں کو مردوں کے لیے دعوتِ نظارہ قرار دلوایا جائے گا، اور سروں سے دوپٹہ اتار کر رکھوا دیا جائے گا، اسی قدر معاشرے میں برائیاں بڑھیں گی، انارکی پھیلے گی، زنا بالجبر وزنا بالرضا کا قبیح چلن عام ہوگا، کال گرلز اور ماڈل گرلز کی منڈی لگے گی اور خاندان کا مستحکم ادارہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگا۔ نیز عورت پریشان کن مسائل سے دوچار ہوگی، بچوں کی تربیت میں دراڑیں پڑیں گی، (بلکہ بچوں سے جان چھڑا لینے کی تمنائیں پالی جانے لگیں گی)، یہاں تک کہ بے باک این جی او خواتین، بغیر بازو کی قمیصوں میں طواف

کرنے اور مساجدِ حرمین میں مظاہرے کرنے تک کی جرأت پیدا کرنے لگیں گی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امریکی حکومتیں، حرم پاک کو مشرکوں کے لئے کھول دینے کا بھی دباوٗ ڈالنے سے گریز نہ کریں۔ یہ قوتیں مسلمانوں کے خلاف کب یک جان و یک اقدام نہیں رہی ہیں؟، جیسا کہ تقسیم ترکی کے موقع پر انہوں نے دیدہ دلیری کے ساتھ سلطنت عثمانیہ کے از خود ہی باہمی حصے بخرے کر لئے تھے۔ ہمارا گمان ہے کہ شہزادہ محمد بن سلمان مسلم تاریخ کے اس دردناک باب سے بخوبی واقف ہوں گے۔

یہ حقیقت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ ملک و قوم کی ترقی، عورتوں کی بے لباسی، بے حجابی، کھیل کود، ماڈلنگ، اونچی حسین عمارتوں کی تعمیر اور نائٹ کلبس کے رقص بھرے ماحول میں پوشیدہ نہیں ہوتی۔ یہ تمام فلسفے اب سراب ثابت ہو چکے ہیں، دھوکہ تسلیم کئے گئے ہیں، عقل کی گمراہی بن کے سامنے آئے ہیں، اور عموماً سامانِ صنفی تسکین ہی بن سکے ہیں۔ قوموں کی ترقی پوشیدہ ہوتی ہے علم کے فروغ میں، جامعات کی افزائش میں، سائنس و ٹیکنالوجی کی پیش قدمی میں، تحقیق و تصنیف کی پیش رفتی میں، نئی ایجادات کے فروغ میں، علمی و دینی شخصیات کی پذیرائی میں، صنعت و حرفت کے فروغ میں اور اقتصادیات کی مضبوطی میں! سو اگر یہ سب کچھ نہیں ہے تو ملکی ترقی کا نعرہ محض طفل تسلی ہے۔ دیکھیں وہ حدیث مبارکہ جس میں اللہ کے نبی ﷺ نے خواتین کے بارے میں فرمایا ہے کہ عورتوں کو اسی مقام پر رکھو جہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں رکھا ہے۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب الرقاق)۔ تشریح میں محدثین لکھتے ہیں کہ عورتوں کے بارے میں لوگ اگر اپنی مرضی چلانے لگیں تو مارے جائیں گے۔

ولی عہد نے حیرت انگیز طور پر فلسطینیوں کو بھی یہ مشورہ دینا ضروری سمجھا ہے کہ یا تو وہ صدر ٹرمپ کے اقدامات کو تسلیم کر لیں ورنہ اپنی زبان بند رکھیں۔ کاش خادم الحرمین الشریفین سعودی ولی عہد اور شاہ سلمان جان سکیں کہ ان کے یہ عجلت پسندانہ اقدامات اُمت مسلمہ کے لئے مستقبل قریب میں کس درجہ پریشان کن ثابت ہوسکتے ہیں؟۔ کفر کی قوتیں کب چاہیں گی کہ خطہ ارض پر کبھی رحمتوں بھرے دین کا نفاذ بھی ہو۔ مملکت سعودیہ کو تو فخر حاصل رہا ہے کہ وہاں ایک مجدد حضرت محمد بن عبدالوہابؒ نے اپنی استقامت سے پورے معاشرے کو ایک عظیم دینی و سنجیدہ

ماحول میں تبدیل کردیا تھا۔ آج سے قبل وہاں کوئی قانون اسلام وشریعت کے خلاف بنانے کا سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ لیکن افسوس کہ اب ان سب اقدامات کی اہمیت کم کی جارہی ہے۔ صاف کہا جارہا ہے کہ ’’ہم ماضی کے گردوغبار سے جان چھڑارہے ہیں‘‘۔ ترقی پسندی ومغربی خوشگواری کی خاطر دیارغیر میں ان کے یہ وہ بیانات دیے ہیں جو ولی عہد کے کسی دادا یا پردادا نے بھی نہیں دیے تھے۔ شہزادۂ محترم نے حیرت انگیز طور پر اپنے ہی مجدد، حضرت محمد بن عبدالوہابؒ کے تمام تر اقدامات کو یہ کہہ کر صفر کردیا ہے کہ ان کے ملک میں وہابیت ایک مغربی سازش کے تحت پھیلائی گئی تھی حالانکہ کون نہیں جانتا کہ ’خالص اسلام‘ خود ان کی مملکت کے بانی عبدالعزیز کی شراکت میں قائم کیا گیا تھا۔

2016ء میں، جبکہ شاہ سلمان ابھی برسراقتدار ہی آئے تھے، راقم عمرے پر گیا تھا، تو وہاں کے تیزی سے بگڑتے ہوئے سماجی وسیاسی ماحول کو بھانپتے ہوئے اپنی کتاب ’’سعودی عرب، کل اور آج‘‘ میں اس نے تب ہی واضح پیش گوئی کردی تھی کہ مسلمانوں کے اس محبوب ملک میں مغربیت اب تیزی کے ساتھ آگے بڑھتی چلی آرہی ہے۔ اس کا واضح ثبوت وہ جرائم ہیں جو حدود کی سزاؤں کے باوجود وہاں مسلسل پھل پھول رہے ہیں۔ نیز اخبارات کے ذریعے وہاں کی خواتین بھی اپنے لئے زیادہ سے زیادہ آزادیاں طلب کررہی ہیں۔ راقم کو خود ابھی اندازہ نہیں تھا کہ انقلابی تبدیلیاں اس قدر فوری، جلد اور تیز واقع ہوں گی کہ کوئی یقین بھی نہ کرسکے گا! لیکن وہ جو کہتے ہیں ناکہ ’’رموز مملکت خویش خسرواں دانند‘‘، تو وہ معاملہ یہاں بالکل واضح نظر آرہا ہے۔ دنیا سب کچھ اپنی آنکھوں سے حیرت سے ٹک ٹک دیکھتی چلی جارہی ہے۔

ہماری تمام تر تمنا یہی ہے کہ خدا کرے کہ اس ارضِ پاک پر کبھی مغرب کی پرچھائیں نہ پڑیں اور دین اسلام اپنی خالص حالت میں تاقیامت برقرار رہے یعنی نہ مملکت کا رنگ روپ بگڑے اور نہ اس کی خواتین لباس وشرم وحیا سے آزاد ہوں۔

# ''مہذب حیوانیت''

مسز بینا حسین خالدی☆

☆ ایڈووکیٹ۔صادق آباد

(بشکریہ ماہنامہ میثاق لاہور، مئی 2018ء)

عورت کے حوالے سے جدید تہذیب کے دوستون ہیں، ایک مکمل جنسی مساوات اور دوسرا مکمل جنسی آزادی۔مکمل جنسی مساوات تو دیوانے کا ایک ایسا خواب ہے جو آج تک نہ کبھی شرمندۂ تعبیر ہوا ہے اور نہ کبھی آئندہ ہوگا' کیونکہ یہ فطرت کے خلاف احمقانہ بغاوت ہے۔کوئی بھی عورت سر کے بال کٹوانے' مردوں کا سا لباس زیب تن کرنے اور مردوں کے سے اعمال اختیار کر لینے یا مردانہ پیشوں میں اپنا وقت اور قوت کھپانے سے کبھی مرد نہیں بن سکتی؛ کیونکہ یہ اس کے دائرۂ اختیار سے باہر ہے۔نہ وہ اپنی رضا اور مرضی سے عورت پیدا ہوئی ہے اور نہ اپنی مرضی سے ان تمام نسوانی اور حیاتیاتی امور سے متصف ہوئی ہے' بلکہ کسی اور پیدا کرنے اور پرورش کرنے والی قوت نے اسے عورت پیدا کیا ہے۔وہ عورت ہی رہے گی اور بطور عورت ہی مرے گی۔دنیا کی کوئی سائنس اسے بدل نہیں سکتی۔اگر وہ مصنوعی طور پر مرد بننے کی کوشش بھی کرے تو اس مصنوعی مرد کو سوائے اس کے کچھ نہیں ملتا کہ وہ اپنی نسوانیت اور اس کے جوہر سے محروم ہو جاتی ہے۔مکمل جنسی مساوات (یعنی مردوں کے برابر حقوق) کا مطالبہ اور دعویٰ کر کے وہ فطرت کے ساتھ گھٹیا مذاق کرتی ہے اور اس کے نتیجے میں اپنے وجود کو مضحکہ خیز اور مسخرے پن کا نمونہ بنا لیتی ہے۔

جہاں تک مکمل جنسی آزادی کا تعلق ہے اس کا تجربہ اہل یورپ خصوصاً فرانس اور

امریکہ کے لوگ کر چکے ہیں۔ اور اس فلسفے کا نتیجہ نہ صرف عورت کی تباہی بلکہ انسانیت کی بربادی کی صورت میں بارہا تاریخ عالم میں بھی ظاہر ہوتا رہا ہے اور موجودہ دور میں بھی سائنسی ترقی کی اوج پر پہنچنے والے معاشرے اپنی تہذیب و معاشرت میں مکمل طور پر ناکام ہو چکے ہیں۔

بدقسمتی سے آج پاکستانی معاشرے میں بھی خواتین جنسی مساوات اور جنسی آزادی کا مطالبہ دہرا رہی ہیں۔ چنانچہ گزشتہ دنوں اسلام آباد میں کچھ الٹرا ماڈرن خواتین نے انہی نظریات کے حق میں مظاہرہ کیا۔ اگرچہ پاکستان میں حقوقِ نسواں، عورتوں پر تشدد کے خاتمے اور عورتوں کی معاشی خودمختاری کے حق میں بہت سی تنظیمیں کام کر رہی ہیں، جس کے مثبت نتائج ظاہر ہوئے ہیں، لیکن جنسی مساوات یا جنسی آزادی کا مطالبہ یا نظریہ افراط و تفریط اور انتہا پسندی پر مبنی رویہ ہے جس کے منفی اثرات گھر، خاندان اور تہذیب و تمدن کی بربادی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے۔

پاکستان میں تعلیم اور معیشت کے میدان میں خواتین کو مردوں کے برابر حقوق حاصل ہیں۔ ان کو زیادہ سے زیادہ برسر روزگار بنانے کے لیے نئے نئے تجارتی ادارے اور شعبے قائم کیے جا رہے ہیں۔ سرکاری ملازمتوں میں بھی ان کے لیے مخصوص کوٹے مقرر کیے جاتے ہیں۔ تعلیم اور صحت کے شعبوں میں خواتین کے لیے زیادہ سے زیادہ آسامیاں پیدا کی جا رہی ہیں۔ ٹیکنیکل ایجوکیشن، انجینئرنگ، ادویات سازی، یہاں تک کہ آرمی اور ہوابازی جیسے شعبوں میں بھی خواتین کو موقع دیا جا رہا ہے کہ وہ اپنی بہترین صلاحیتوں کو آزمائیں۔ جن قبائلی معاشروں میں خواتین جبر و استحصال کا شکار ہیں اس کے تدارک کے لیے بھی قانون سازی کی گئی ہے ــــــ بلکہ محترمہ عامرہ احسان کے الفاظ میں نوبت یہاں تک آ چکی ہے کہ: ''چوراہے پر ٹریفک کنٹرول کرنے، دکان پر سوداگری کرنے، ٹیلی ویژن سکرین پر دل لبھانے سے لے کر سیاست کی گدی پر جوڑ توڑ کرنے، ہوائی جہازوں سے چھلانگ لگانے تک (عورت ہر جگہ موجود ہے!) ــــــ نہیں موجود تو قرار اور وقار سے ٹک کر انسان سازی جیسی اعلیٰ و ارفع، نفع بخش، اہم ترین ذمہ داری سے طویل رخصت لیے غائب ہے!''

اس سب پر مستزاد اسلام آباد کی سڑکوں پر خواتین کے مذکورہ مظاہرے کا مقصد جنسی مساوات اور جنسی آزادی کے حصول کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ ان کے ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے

پلے کارڈز پر لکھی تحریریں بھی اسی نظریے کی عکاسی کر رہی تھیں۔ ''میرا جسم میری مرضی'' کا سلوگن دکھا کر یہ خواتین کیا کہنا چاہتی تھیں؟ ان کے اس مظاہرے کا مقصد کسی ظلم کا ازالہ یا کسی مظلوم کی حمایت نہیں تھا۔ حلیے بشرے سے خوش باش' بولڈ اور ماڈرن نظر آنے والی یہ خواتین کسی طور بھی مظلوم' مقہور' مقید یا مردوں کے ظلم کا شکار نظر نہیں آتی تھیں۔ ان کی شوخ ادائیں دیکھ کر تو ایسا لگتا تھا کہ یہ اس سیشن کو خوب انجوائے کر رہی ہیں۔ ایک سلوگن تھا کہ ''اپنا کھانا خود گرم کرو۔ میں سخت جان ہوں''...... بھلا کھانا گرم کرنا بھی کیا اتنا مشکل کام ہے کہ اس کے خلاف سڑکوں پر احتجاج کی ضرورت پیش آئی' جبکہ آج کل تو مائیکرو ویو اوون نے مردوں اور عورتوں دونوں ہی کے لیے یہ کام بے حد آسان بنا دیا ہے۔ اور اب تو روٹی پکانے کی مشین بھی بآسانی دستیاب ہے۔ مزید یہ کہ گھروں میں کھانا پکانے کا رواج بھی اب تو ختم ہوتا جا رہا ہے۔ فاسٹ فوڈ کی بے شمار ورائٹیز ہر جگہ پر دستیاب ہیں اور ان جدید کھانوں کو تیار کرنے والے بھی مرد حضرات ہی ہوتے ہیں۔

''چادر چار دیواری ــــ گلی سڑی لاش کو مبارک'' اس سلوگن کا مطلب بھی گھر اور پردے سے آزادی کا مطالبہ ہے۔ اسلام آباد میں خال خال خواتین ہی پردے اور حجاب میں ملبوس نظر آتی ہیں۔ فیصل مسجد میں سیر کے لیے آئی ہوئی خواتین کو جسم کی نمائش کی مکمل آزادی ہوتی ہے۔ مسجد کا تقدس بھی ان کی اس آزادی میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔ تنگ اور باریک لباس کے ساتھ ننگا سر لیے مسجد میں سیلفیاں اور تصویریں بنانے پر کسی طرف سے کوئی قدغن نہیں لگائی گئی۔ اسلام آباد جیسے لبرل علاقے میں خواتین تو پہلے ہی ہر طرح کی آزادی سے مستفید ہو رہی ہیں۔ پھر کون سی آزادی باقی رہ جاتی ہے جس کے حصول کے لیے سڑکوں پر آ کر مطالبے کرنے کا ''تکلف'' کیا گیا؟

پلے کارڈز پر لکھے گئے سلوگنز کسی اشتہاری کمپنی سے مستعار لیے ہوئے لگ رہے تھے۔ آج کل شیمپو' بیوٹی کریم' لیڈیز موٹر بائیک اور کولڈ ڈرنکس کے اشتہاروں میں بھی اسی طرح کے سلوگنز دیکھنے سننے کو ملتے ہیں ــــ لائف بوائے شیمپو کے اشتہار میں بھی ماڈل اپنے بال لہراتے ہوئے کہتی ہے ''ہم اپنی خوبصورتی کیوں چھپائیں؟'' ــــ ''کھل کے جیو'' ــــ ''پہلے سے زیادہ مستی'' ــــ "Express yourself" ــــ ''دوپٹہ حسن کی حفاظت کرنے میں ناکام ــــ

فلاں اور فلاں سن بلاک لگاؤ اور دوپٹے سے آزاد ہو جاؤ‘‘ ــــ اور اسی طرح کے بے شمار اشتہارات دن رات خواتین کو چادر اور چار دیواری سے آزاد کرنے کی مہم کا حصہ ہیں۔

سورگباشی عاصمہ جہانگیر کی روح تو خواتین کا یہ متذکرہ مظاہرہ دیکھ کر خوشی سے جھوم رہی ہوگی۔ ان کے جانے کے بعد شاید خواتین اپنی آزادی کے معاملے میں عدمِ تحفظ کا شکار ہوگئی ہیں، کیونکہ ان کی ایسی بے جا آزادی کو تحفظ دینے والی موم بتی مافیا کی لیڈر اب اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کو للکارنے کے لیے اس دنیا میں نہیں رہی۔ جسٹس شوکت صدیقی صاحب نے ویلنٹائن ڈے پر پابندی لگا کر خواتین کے جنسی مساوات اور جنسی آزادی کے حق پر بہت بڑی ضرب لگائی تھی۔ ’’چاہے جانا‘‘ جس طرح عورتیں اپنا سب سے بڑا حق سمجھتی ہیں اسی طرح وہ یہ بھی سمجھتی ہیں کہ اپنی چاہتوں کی تشہیر کا بھی انہیں خوب خوب موقع ملے ــــ ورنہ ان کی ساتھی خواتین طعنہ ماریں گی کہ ’’تمہیں تو کوئی چاہتا ہی نہیں‘‘ ــــ اپنی ہمجولیوں (ان کے نزدیک) میں یہ ان کی عزت کا سوال ہے، لہٰذا وہ احتجاجاً یہ کہنا چاہ رہی ہیں کہ جج کون ہوتے ہیں ہمارے اس حق پر قدغن لگانے والے؟ عاصمہ جہانگیر صاحبہ نے تو پہلے ہی فرما دیا تھا کہ ’’ایسے جج کو تو مسجد کا پیش امام ہونا چاہیے‘‘۔ لہٰذا مرحومہ کی جانشینی کا حق ادا کرتے ہوئے خواتین نے مذکورہ مظاہرے میں اپنے لبرل اور بولڈ ہونے کا کھل کر اظہار کیا۔

’’میرا جسم میری مرضی‘‘ کا سلوگن تو اپنے اندر جنسی آزادی کا مطالبہ لیے ہوئے تھا ہی، لیکن ’’چادر چار دیواری، گلی سڑی لاش کو مبارک‘‘ کا نعرہ لگا کر ان بہت سی باپردہ اور گھریلو خواتین کے جذبات کو مجروح کیا گیا ہے جو پردے کو اپنی حیا کے تحفظ کا ضامن اور گھر گرہستی کو اپنی زندگی کا عظیم مقصد قرار دیتی ہیں اور اپنا حسن، جوانی اور اپنی خواہشات کو اپنے شوہر اور بچوں کی خدمت میں قربان کر دیتی ہیں۔ مذکورہ مظاہرے میں شامل خواتین کو بھی ایسے نعرے لگانے کے قابل بنانے والی ضرور ان کی وہ ماں ہے جس نے اپنا دن رات کا سکھ قربان کر کے اپنی بیٹی کو پالا پوسا اور اسے اعلیٰ تعلیم دلانے کے لیے وہ بڑھاپے اور بیماری کے باوجود آج تک گھر کے کاموں میں اپنی بچی کھچی توانائیاں کھپا رہی ہوگی۔ یہ سلوگن بلند کر کے یقیناً ان لبرل خواتین نے ایسی عظیم ماؤں کو گالی دی ہے۔

لبرل ازم کے نظریات تو ہمیں یہ سکھاتے ہیں کہ ہر فرد کو اپنے عقیدے اور اپنے اپنے نظریات کے تحت زندگی گزارنے کی آزادی حاصل ہونی چاہیے۔ اگر ایک عورت چادر چار دیواری کے نظریات کے تحت، حیا اور گھر گرہستی کو اپنا مقصد حیات ٹھہراتی ہے تو کسی دوسرے یا مخالف نظریات کے حامل افراد کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ سڑکوں پر کھڑے ہو کر حیا کی چادر میں لپٹی عورت کو ''گلی سڑی لاش'' کہہ کر اس کی تذلیل کریں۔ چادر چار دیواری کے نظریے کو فرسودہ اور جنسی آزادی کے نظریے کو جدید ثابت کرنے کی یہ بھونڈی صورت اختیار کر کے لبرل ازم کی حامی ان خواتین نے اپنے آپ کو پورے پاکستانی معاشرے اور مردوں کی نظر میں خود ہی گرالیا ہے۔

بہادری اور boldness تو یہ ہے کہ عورت اپنے دور کے فتنوں بشمول بے پردگی، عریانی، فحاشی اور رائج الوقت منفی نظریات کے مقابلے میں سینہ سپر ہو جائے۔ جس بے حیائی اور بے پردگی کو اس وقت ساری دنیا مل کر جدیدیت اور confidence ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہے، اس برائی کو اچھائی ماننے کے بجائے برائی کو برائی ثابت کرنے کے لیے ڈٹ جائے۔ لبرل ازم اور بے حیائی کے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے مائیں اپنا کردار ادا کریں اور اپنی آزاد خیال بیٹیوں کو لگام دیں۔ باپ اور بھائی اگر خود ہی لبرل نہ ہوئے ہوں تو اپنی اہل خانہ خواتین کو اس گمراہی اور حد سے بڑھی ہوئی آزادی کے رستے پر سرپٹ آگے بڑھنے سے روکیں۔ ''میرا جسم میری مرضی'' کا سلوگن اٹھا کر جو بہن بیٹی سڑک پر کھڑی ہے وہ اپنے گھر کے مردوں کی غیرت کے منہ پر ایک طمانچہ ہے۔ جنسی مساوات اور جنسی آزادی کے لیے عورتوں کی پکار اور بلند بانگ دعوے صرف مردوں کے مردانہ پن کے زوال کی علامت ہیں۔

یہ تو صرف پاکستانی مردوں کے زوال اور انحطاط کے ضمنی نتائج ہیں۔ تاریخ عالم میں ہمیشہ مہذب قوموں کے زوال کی یہی علامت رہی ہے۔ یہ فطرت کا الارم ہوتا ہے ___ یونان میں ایسا ہوا، روم میں بھی یہی ہوا اور انقلاب سے پہلے فرانس میں بھی یہی ہوا۔ اور آج بھی یورپ، امریکہ اور دوسرے ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کے جنسی و تہذیبی حالات جس منزل تک پہنچ گئے ہیں اس سے یہ قوی شبہ پیدا ہوتا ہے کہ تاریخ عالم پھر سے اپنے آپ کو دہرا رہی ہے اور جدید انسان اسی منزل کی طرف جا رہا ہے جہاں قبل از تاریخ کا وحشی انسان رہتا تھا۔ یورپ اور دوسرے ممالک

میں ’’جنسی آزادی‘‘ کی تحریک نے جو عملی صورتیں اختیار کر رکھی ہیں وہ عالمگیر تباہی اور بربادی کی طرف لے جا رہی ہیں۔ اب شادی کے ذریعے مرد اور عورت کا مضبوط تعلق قصہ پارینہ بنتا جا رہا ہے اور رسمی شادی کے باوجود ’’جنسی آزادی‘‘ کے پردے میں جو گل کھلائے جا رہے ہیں‘ وہ مغربی اور مشرقی دانشوروں کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ اب شادی اور مناکحت کا صرف تصور ہی رہ گیا ہے۔ عملی زندگی پر اس کی گرفت اس قدر ڈھیلی پڑ چکی ہے کہ مرد اور عورت دونوں ’’مہذب حیوانیت‘‘ کے زندہ پیکر بن چکے ہیں۔ آج بھی سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ مرد و عورت کا مضبوط تعلق ایک اجتماعی زندگی کی بقاء کے لیے‘ کس طرح قائم رکھا جائے؟

حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلے کا حل نہ سائنس اور فلسفے کے پاس ہے اور نہ ہی خود ساختہ آئین وقوانین میں ہے‘ بلکہ اقوامِ عالم کے لیے ایک موقع موجود ہے کہ جہاں انہوں نے انسان کے وضع کردہ بہت سے نظام آزمائے ہیں‘ اب ایک دفعہ افراط وتفریط سے پاک اور اعتدال پسند اسلام کو بھی آزما کر دیکھیں۔ اسلام سے مراد اس دور کے وہ مسلمان نہیں ہیں جو اخلاقی اور عملی طور پر زوال پذیری اور انحطاط کے مارے ہوئے کہلوانے کی حد تک مسلمان ہیں‘ بلکہ اسلام سے مراد وہ نظامِ حیات ہے جس کی بنیاد قرآن وسنت پر ہے۔ وہ کسی کی مثال کو سامنے رکھے بغیر خود اس نسخہ کیمیا کو آزمائیں۔ اسی حوالے سے پاکستان کی مسلمان عورت کے لیے بھی قدرت کی طرف سے یہ آخری موقع ہے کہ وہ غیروں سے بھیک میں مانگی ہوئی تہذیب جدید کے طلسم سے نکل جائے۔ اسی میں ان کی‘ ان کے خاندانوں کی اور پورے ملک کی بھلائی ہے۔

❁❁❁

## اعتکاف اور لیلۃ القدر

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، وَيَقُولُ: تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ (ترمذی، عن عائشہ ؓ)

’’رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے اور فرماتے تھے: لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو‘‘۔

# توبہ کی ضرورت واہمیت

مولانا محمد انور چیمہ
☆ایم ایس سی (ایگری)، فاضل اسلامک لا انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد، فاضل درسِ نظامی جامعہ رضویہ فیصل آباد

الحمد لله الذی نور و قوی هذه الامة الضعیفة بوجود محمد سید المرسلین و اصطفاه حبیبا طبیبا خصوصا من بین هذا العموم اجمعین۔ والصلاة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین علی اله واصحابه اجمعین۔ اما بعد: فاعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا

''اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے''۔

اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ مومنوں کو چاہیے کہ توبہ اس طرح کریں کہ جس طرح توبہ کرنے کا حق ہے۔حق کی طرف لوٹنے کا نام توبہ ہے۔اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان صدمیدان ہیں۔توبہ سب سے پہلا میدان ہے۔تصوف کی دنیا میں صف اوّل کے اکابرین میں سے امام ابوقاسم قشیری (420ھ) فرماتے ہیں توبہ کی تین شرائط ہیں: اوّل شرط یہ کہ جو گناہ کیا ہے اس پر نادم ہو، دوسری شرط یہ کہ اپنی لغزش و غلطی کو فوراً ترک کردے، تیسری شرط یہ کہ کئے گناہ کو نہ دوہرائے۔توبہ ہر قفل کے لئے MASTER KEY ہے۔توبہ ہر مرض کی دوا ہے۔گناہ کا احساس ہوتے ہی اپنی اصلاح کر لینا توبہ ہے۔سمجھنے کے لئے اس کی مثال یوں ہے کہ جیسے ایک آدمی اپنے گھر سے روٹھ کر اپنے ماں باپ بہن بھائیوں عزیز و اقارب کو چھوڑ کر دیار غیر میں چلا جائے، وہاں جا کر اسے احساس ہو کہ بڑی غلطی ہوئی مجھے اپنے گھر واپس جانا چاہیے اور وہ آدمی جلد واپس

آجائے اور ارادہ کرے کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا اس کو توبہ کہتے ہیں۔ حضرت اُبی بن کعب سے پوچھا گیا کہ توبہ نصوح کیا ہے؟ حضرتؓ نے فرمایا کہ میں نے یہی سوال آپ سرکار ﷺ سے پوچھا تھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو گناہ کیا ہو اُس پر نادم ہو اور ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے اور پھر اس گناہ کی طرف کبھی نہ جائے۔ حسن بصری کا ارشاد ہے کہ توبہ نصوح یہ ہے کہ جس چاہت سے کوئی گناہ کیا تھا ایسی ہی عداوت و ندامت کے ساتھ اس گناہ کو دیکھے اور جب یہ گناہ یاد آئے تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہے۔ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے سے محبت کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ وَ یُحِبُّ الۡمُتَطَھِّرِیۡنَ ۔ اللہ نے آدم کو فرمایا: جب میں توبہ کرنے والوں کو قبروں سے اٹھاؤں گا تو وہ مجھ سے خوش ہوں گے اور ہنس رہے ہوں گے۔

جان لینا چاہیے کہ جیسے مسلمان ہونے سے پچھلے سب گناہ مٹ جاتے ہیں اسی طرح توبہ نصوح سے بھی سب گناہ مٹ جاتے ہیں۔ تفسیر خطیب میں ہے کہ سدیؒ فرماتے ہیں: توبہ نصوح میں انسان اپنی ذات کو اپنے اہل خانہ عزیز و اقارب حلقہ واحباب اور تمام مسلمانوں کو تبلیغ و نصیحت کرے کیونکہ جب انسان توبہ سے اپنے گناہوں کے بوجھ سے ہلکا اور پاک ہو جاتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ میری سوسائٹی بھی ایسے گناہوں سے ہلکی اور پاک ہو جائے۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ ہر ایک گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے۔ یہ کہنا کہ اخیر عمر میں توبہ کرلیں گے، یہ دوسرا گناہ کبیرہ ہے۔ توبہ میں تاخیر کرنا حرام ہے۔ ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو دل پر ایک سیاہ نقطہ کا نشان پڑ جاتا ہے اگر توبہ نہ کرے تو یہ سیاہ نقطہ پھیلتا پھیلتا سارے دل کو سیاہ کر دیتا ہے جس کے بعد نیکی دل میں نہیں سماتی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر طرح سے پاک اور محفوظ ہونے کے باوجود فرماتے ہیں کہ میں دن میں 70 بار سے زیادہ دفعہ مغفرت مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ (وَاللّٰہِ اِنِّی لأَ سۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ وَأَتُوبُ اِلَیۡهِ فِی الۡیَوۡمِ أَکۡثَرَ مِنۡ سَبۡعِینَ مَرَّۃً) یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ توبہ کرنے والے بندہ کو اللہ پسند کرتا ہے۔ رب العزت کا ہر بندہ توبہ کا محتاج ہے۔ ربّ العزت نے خطا پر رسوائی و ندامت کا احساس ہر بندہ کے اندر پیدا فرمایا۔

حضرت شیخ الاسلام عبداللہ انصاری پیر ہرات فرماتے ہیں کہ حضرت خضر کے فرمودات کے مطابق بندے اور اس کے خالق کے درمیان ایک ہزار مقام ہے۔ حضرت ذوالنون مصری

فرماتے ہیں: بندے اور رب کے درمیان ایک ہزار علوم ہیں۔ حضرت جنید بغدادی کے فرمان کے مطابق بندہ اور قربِ الٰہی کے درمیان ایک ہزار محل ہیں۔ پیر ہرات شیخ الاسلام عبداللہ انصاری فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے بندہ کے درمیان صد میدان ہیں جو وہ طے کر کے قرب خداوندی حاصل کرتا ہے۔ عرفانِ حق کے میدان میں کام کرنے والے محققین تین طرح کے حضرات گرامی قدر پر مشتمل ہیں: اہل تحقیق، اہل سماع اور اہل دعویٰ۔

سرورِ کونین احمد مجتبیٰ ﷺ فرماتے ہیں کہ توبہ، نیاز مندی کا صیقل اور گناہوں کی عذر خواہی کا موجب ہے۔ آپ سرکار ﷺ کا ارشاد ہے: اتوب الیك من ذنوبی کلها ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰه العلی العظیم۔ جملہ مخلوق ایک تائب اور دوسرا ظالم پر مشتمل ہے۔ فرمانِ خداندی ہے: وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ توبہ نہ کرنے والا ظالم ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی رؤف و رحیم ﷺ نے توبہ کی کیفیت کی ایک مثال فرمائی جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص عرب کے ریگستانوں میں (جہاں دور دور تک کھانا پینا میسر نہیں ہوتا) سفر کر رہا تھا اچانک دورانِ سفر وسط ریگستان میں اس کا اونٹ جس پر اس کا کھانا دانہ پانی لادے ہوئے تھا اونچے نیچے نالوں میں بھاگ گیا اور گم ہوگیا۔ مسافر اونٹ کی تلاش میں بہت بھاگا دوڑا اونٹ نہ ملا۔ سخت گرمی میں پیاس کی شدت سے نڈھال ہوگیا۔ اتنا نڈھال ہوا کہ اسے یقین ہوا وہ پیاس کی شدت سے اب مرجائے گا۔ اس حال میں وہ کیکر کے درخت کے نیچے موت کی انتظار میں ٹیک لگا کر سوگیا۔ جب آنکھ کھلی تو اس کا اونٹ کھانے دانے سے لدا ہوا اس کے سامنے کھڑا ہے۔ اب خیال کریں کہ وہ مسافر کس قدر خوش ہوا ہوگا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ فرماتے ہیں واللہ ہمارا ربّ توبہ کرنے والے بندے پر اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے سنا کہ ایک دیہاتی کہتا ہے کہ الٰہی میں تجھ سے مغفرت مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں تو حضرت علیؓ نے فرمایا: اے شخص اس جلدی سے توبہ اور استغفار کہنا جھوٹے لوگوں کی توبہ ہے۔ اس دیہاتی نے عرض کیا: یا امیر المومنین پھر توبہ کیسے ہوتی ہے۔ آپؓ نے فرمایا اس میں چھ باتوں کا جمع ہونا ضروری ہے: 1۔ گناہوں پر نادم ہونا۔ 2۔ فرائض کو دھرائے۔ 3۔ لوگوں کا مارا ہوا حق واپس کرے۔ 4۔ عزم کرے کہ ایسا پھر نہیں کروں

گا۔ 5۔اپنے نفس کو ویسی ہی لگن سے اللہ کی بندگی کرائے جس لگن سے اس نے گناہ کیا تھا۔ 6۔اپنے نفس کو بندگی کی ایسی تلخی چکھائے جیسے اس کو گناہوں کی (نحس) مٹھائی کھلائی تھی۔

پیر ہرات شیخ الاسلام عبد اللہ انصاری فرماتے ہیں کہ توبہ راستہ کا نشان، باریابی کی رہنما، خزانے کی کلید، عظیم وسیلہ، قبولیت کی شرط اور تمام خوشیوں کی سرچشمہ ہے۔

پیر ہرات فرماتے ہیں کہ توبہ کے تین ارکان ہیں جن کا بجالانا فرض ہے: پہلا رکن: دل میں گناہوں پر نادم ہونا۔ دوسرا رکن: زبان پر معذرت کا اظہار کرنا۔ تیسرا رکن: برائی اور برے لوگوں سے لاتعلق و منقطع رہنا۔فرماتے ہیں توبہ تین اجزاء پر مشتمل ہے کسی ایک کے چھوٹ جانے سے توبہ ناقص ہو جاتی ہے۔اوّل: توبہ مطیع ہے جس میں انسان کو عبادت و بندگی کو بڑا سمجھنے سے توبہ کرنی ہوگی جس کی تین علامات ہیں جن سے پرہیز لازم ہے۔ 1۔انسان اپنے آپ کو اپنے نیک اعمال کی وجہ سے نجات یافتہ نہ سمجھے۔اپنے اندر یہ خیال نہ لائے کہ میں عبادت کرکے بڑا نیک بندہ بن گیا ہوں۔ 2۔اپنے اعمالِ صالحہ کے مقاصد کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے۔ 3۔توبہ مطیع کی تیسری علامت یہ ہے کہ اپنے کردار کے عیوب کی تلاش میں رہے۔تب جا کر کہیں توبہ کا ایک جز توبہ مطیع مکمل ہوتا ہے۔توبہ کا دوسرا جز و توبہ عاصی ہے جس میں آدمی اپنے چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو معمولی نہ جانے اور لاپرواہی میں نظر انداز نہ کرے اس کی تین علامات ہیں۔پہلی علامت یہ ہے کہ نیک اعمال کرکے یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ میں اب بخشش کا حق دار ہوں۔دوسری علامت یہ ہے کہ اگر کسی کو اس کی ذات سے رنج یا نقصان پہنچا ہے تو اسے محسوس کرے اور پریشان ہو جائے ایسا نہ ہو کہ دوسرے کی ایذا رسانی پر خوش ہو۔تیسری نشانی یہ ہے کہ برے لوگوں سے تعلق نہ رکھے نیک اور صالح لوگوں سے دوستی رکھے اور بری سوسائٹی سے لاتعلق رہے۔صحبت صالح کو نعمت سمجھے اور بری صحبت کو عذاب الٰہی جانے۔احسان فراموشی سے توبہ کرے۔توبہ کا تیسرا جز و توبہ عارف ہے۔ جس میں تین علامات سے خبردار رہے۔پہلی علامت یہ ہے کہ اس بات سے خبردار رہے کہ کہیں وہ اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھے تکبر کا شکار نہ ہو جائے۔عجز و انکساری اختیار رکھے۔دوسری علامت یہ ہے کہ اپنے نیک اعمال کی قیمت نہ لگانا شروع کردے کہ میں پابند صوم وصلوٰۃ ہوں اس کے بدلے میں مجھے جنت ضرور ملے گی، بلکہ یہ سمجھے کہ یہ سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے۔تیسری نشانی یادرکھنا

چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کوئی عزت و اکرام ملے تو اس کی محبت میں خوشی کے باعث وہیں نہ روک جائے بلکہ مزید ترقی کی منازل اور قرب الٰہی کی طرف کوشاں و گام زن رہے۔

جان لینا چاہئے کہ توبہ ایسی اکسیر نعمت ہے کہ عمر بھر گمراہی میں گذارنے کے بعد آخری لمحات زندگی میں توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ قادر کریم غفور رحیم ہے، سارے سابقہ گناہ معاف کر کے جنت الفردوس میں جگہ عطا کر دیتا ہے۔ جوانی میں توبہ کا تو کیا ہی مقام ہے۔ درجوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری۔ حدیث شریف میں ہے: ما من شیءٍ احبّ الی اللّٰہ من شابّ تائب۔ اللہ تعالیٰ کو نوجوان توبہ کرنے والے سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں۔

قال النبی ﷺ: اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ (مشکوٰۃ) مفسرین کرام نے فرمایا: اس سے مراد ایسی توبہ کرو جو سچے دل سے پورے عزم سے ہو جس سے اگلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور بری باتوں سے بالکل الگ ہوجاتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا توبة نصوح یہ ہے کہ آدمی گناہ سے توبہ کرے پھر کبھی اس گناہ کو نہ کرے اور نہ اس کا ارادہ کرے۔

واضح ہو کہ جب کوئی مضبوط قصد سے ندامت کے ساتھ توبہ کرتا ہے اور آئندہ نہ کرنے کا مصمم ارادہ کرتا ہے تو اس کے پہلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جیسے مسلمان ہونے سے پچھلے سب گناہ معاف ویسے ہی توبہ کرنے سے پچھلے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ قرطبی نے لکھا ہے کہ توبہ کے واسطے چار باتیں لازم ہیں: (1) زبان سے مغفرت مانگے (2) یہ کہ ہاتھ پاؤں سے کبھی اس کی طرف نہ جائے (3) دل میں مصمم ارادہ کرے کہ آئندہ ایسا نہ کروں گا (4) صحبت بد سے دور رہے۔ امام غزالی کی تحقیق یہ ہے کہ اہل اسلام سے کتاب و سنت کے احکامات کا یہ مطالبہ ہے کہ اپنی زندگی گناہ سے گندی نہ کریں تاکہ نامہ اعمال میں گناہ کی آلائش نہ ہو۔ یہ اسی صورت میں ہے کہ انسان ہر وقت توبہ کے دروازے پر کھڑا رہے۔

شریعت کی خلاف ورزی اور اس سے روگردانی کا نام گناہ ہے۔ شریعت کے اس مطالبہ کے ساتھ انسان خلقی اور پیدائشی طور پر ضعیف اور خطا کا پتلا ہے۔ آزاد انسان گناہ کی طرف بھاگتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: حجبت النار بالشھوات و حجبت الجنة بالمکارہ۔ ہر قسم کی

آزادی کھانے پینے کی آزادی، کمانے کی آزادی اور جنسی آزادی یہ سب آزادیاں جہنم کا ارداگرد ہیں۔ پابندیاں نماز وروزہ کی پابندی، رزق پر پابندی (حلال)، زبان پر پابندی آنکھ پر پابندی، جہاد کی فرضیت، شریعت کے قوانین کی پابندیاں جنت کی باڑ ہیں۔

فرمانِ نبوی ہے: كُلُّ بَنِىُ آدَمَ خَطَّاءٌ، وَخَيُرُ الُخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ

چھوٹے گناہوں کا علاج نیک اعمال ہیں کبائر گناہوں کی معافی صرف توبہ کرنے سے ہے۔

توبہ کا مطلب باز آجانا ہے۔توبہ ایک عملی اصلاحی تبدیلی کا نام ہے۔ دور حاضر کے باطل، دجالی استحصالی نظام کی گہری دلدل سے نکل کر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی طرف آنے کا واحد حل توبہ ہے۔اسی لئے توبہ کی اتنی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ اس کے بغیر موجودہ ابلیسی دور سے نکلنا دشوار ہے۔ سچی توبہ سے معاشرہ دورِحاضر کے منکرات کی گہری دلدل سے نکل کر اپنا کھویا ہوا اثاثہ، عزت، وقار، رغب ودبدبہ حاصل کرسکتا ہے۔ہم توبہ سے اس جہاں میں انٹرنیشنل قبضہ مافیا، لوٹ مار، بے دین نیوورلڈ آرڈر، ڈومور کی جگہ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ اور الحکم اللہ والملک للہ کا راستہ ہموار کرسکتے ہیں۔اللہ کا ارشاد ہے کہ

تُوُبُوٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيُعًا اَيُّهَا الُمُؤُمِنُوُنَ لَعَلَّكُمُ تُفُلِحُوُنَ

مقتدر حضرات کے لیے سبق آموز واقعہ بیان کرتا ہوں کہ جب دنیا جہاں پر اسلام کا طوطی بول رہا تھا۔عوام اور بادشاہوں کی آپس میں کوئی دوری نہیں تھی۔ معاشرہ میں عورت بھی بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنے کی جرأت رکھتی تھی۔ہجری 406 کا واقعہ ہے کہ علی بن موسیٰ وزیر اپنی شان وشوکت دھوم دھام سے اپنے دفتر سے نکلا۔غیر ملکی لوگوں نے پوچھا یہ کون ہے راستہ پر کھڑی ایک بڑھیا نے کہا تم کب تک پوچھتے رہوگے یہ کون ہے پھر خود ہی باآواز بلند جواب دیا کہ یہ ایک ایسا بندہ ہے جو اللہ کی نگاہ میں گر چکا ہے۔اللہ نے اسے اس مصیبت میں گرفتار کر رکھا ہے۔اس عورت کی یہ آواز علی بن موسیٰ وزیر کے کان پر پڑی۔گھوڑے سے اتر آیا۔دفتر واپس ہوا توبہ کی، وزارت سے مستعفی ہوئے شہر ترک کر کے مکہ مکرمہ کا راستہ لیا اور باقی زندگی گذار دی۔

---

# روح الامین علیہ السلام کی معیت میں سیّد الانام

# حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رمضان المبارک

حافظ مختار احمد گوندل

اللہ جل شانہ نے نوعِ انساں پر اِتمامِ نعمت اور عظیم احسان یعنی نزولِ قرآن، جس کے ایک ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیوں کے اجر کا الٰہی وعدہ ہے، ماہِ رحمت رمضان المبارک کی 21 ویں شب قدر میں فرمایا۔ اسی سبب سے قرآن اور رمضان کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ بالفاظ دیگر تزکیۂ نفس کے ساتھ ساتھ روحِ جہاد سے سرشار ہونے کا نام ''رمضان'' ہے۔ اگرچہ رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تفصیلات جو قرآن میں مذکور ہیں اس کا بیان اس مضمون میں ممکن نہ ہو لیکن فضائل واحکام رمضان کے حوالہ سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ رمضان فقط روح کی بالیدگی کا نام نہیں بلکہ جواں جذبوں کی بھرپور داستان ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں سے عیاں ہے۔ روح الامین علیہ السلام کی معیت میں امتِ مسلمہ کی تقدیر اور دعوتِ حق کے مستقبل کی فیصلہ کن جنگ کا واقعہ جس پر تمام بنی نوع انساں کی قسمتوں کا انحصار تھا جسے اللہ تعالیٰ نے یومُ الفرقان قرار دیا، 17 رمضان المبارک 2ھ/ 13 مارچ 624ء بروز ہفتہ پیش آیا۔ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تعداد 313 تھی، جس میں اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روزہ سے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی کہ روزہ نہ رکھیں۔ سواری کے جانور بہت کم تھے راستہ طویل اور پر پیچ، آدمی اور جانور تھکن سے چور تھے۔ اونٹ بیٹھ جاتے تھے، کیونکہ تین تین چار چار آدمی ایک ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ ان حالات کو دیکھ کر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوت السقیاء کو چھوڑا تو یہ دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اِنَّھُمْ حُفَاۃٌ فَاحمِلْھُمْ اِنَّھُمْ عُرَاۃٌ فَاکْسُھُمْ اِنَّھُمْ جِیَاعٌ فَأَشْبِعُھُمْ
وَ عَالۃ فَاغْنِھم مَنْ فَضْلَك

اے اللہ! یہ لوگ پا برہنہ ہیں ان کو سواری دے، اے اللہ! ان کے بدن پر کپڑا نہیں ہے ان کو کپڑا دے۔ اے اللہ! یہ بھوکے ہیں ان کو شکم سیر فرما دے، یہ محتاج ہیں ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے۔ (عہد نبوی ﷺ کے غزوات وسرایا)

غزوۂ بدر کے بارے میں سورہ آل عمران (آیت:123)، الانفال (آیت:5، 41)، حج، الفرقان، قمر اور مجادلہ میں غزوہ بدر کے احوال واحکام کے بارے میں آیات نازل ہوئیں۔ اس میں کفار کے 70 نامی گرامی سردار قتل ہوئے اور 70 قیدی بنائے گئے اور مسلمانوں میں قریش کے 6 اور انصار کے 8 آدمی شہید ہوئے۔'' (نبی رحمت: 1/ 223)

غزوۂ اُحد کی تیاری میں ہی دوسرا رمضان المبارک صرف ہوا گو غزوہ ماہ شوال 3ھ/ 23 مارچ 625 میں ہوا۔ جس کا تذکرہ، سورہ آل عمران (آیات:139۔ 180) میں ہے۔ آپ ﷺ ایک ہزار صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے، راستہ میں تھے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی اپنے 300 آدمیوں کے ساتھ یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا کہ ہمارا مشورہ نہیں مانا گیا۔ جب جنگ کا آغاز ہوا تو حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب نے خوب داد شجاعت دی، آخر جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کے ہاتھوں شہید ہوئے اور اس جنگ میں حضرت مصعبؓ بن عمیر نے بھی جامِ شہادت نوش کیا۔ صحابہؓ نے سرفروشی وجانبازی کا حق ادا کر دیا اور راہِ حق کی ہر آزمائش میں پورے اترے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے مدد نازل فرمائی اور اپنا وعدہ پورا فرمایا۔

آپ ﷺ نے اُحد پر ایک دستہ مقرر فرمایا تھا جسے ڈٹے رہنے کا حکم تھا، لیکن جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور وہ مال غنیمت سمیٹنے لگے، تو اس دستہ نے درّہ خالی کر دیا حالانکہ ان کے امیر نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا تھا، حضرت خالد بن ولید نے، جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، اس طرف سے حملہ کر دیا۔ یہ حملہ اتنا شدید تھا، کہ مسلمان سنبھل نہ سکے اور مسلمانوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی، آپ ﷺ بھی زخمی ہو گئے، اور اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ قوم کیسے کامیاب ہو سکتی ہے جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون سے تر کر دیا۔ جو ان کو اپنے رب کی طرف

بلاتا تھا‘‘۔(سیرت ابن ہشام:2/78)

فتح مکہ کا تذکرہ سورۃ الحدید کی آیت 10،اور سورۂ نصر میں آیا ہے۔اس کی نوید پانچویں ہجری میں آپ ﷺ کو غنودگی کے عالم میں دیدی گئی تھی۔جس میں آپ ﷺ نے دیکھا کہ مسلمان سرمنڈائے بلا خوف وخطر مسجد الحرام میں داخل ہوگئے ہیں۔بعض مفسرین کے نزدیک 6ھ میں حدیبیہ سے واپسی پر سورۃ الفتح کی جب 27 نمبر آیت نازل ہوئی۔تو اس میں بھی اسی فتح کے بارے میں خوشخبری دی گئی تھی۔

آمد مصطفیٰ ﷺ کا سب سے مقدم فرض توحید کا احیاء،اور بیت اللہ کو بتوں کی آلائش سے پاک کرنا اور پوری انسانیت کے لئے سرچشمۂ ہدایت وبرکت بنانا تھا،اللہ تعالی نے فتح مکہ خاص اسباب پیدا فرمادئے اور خود قریش کو محرک بنادیا۔10 رمضان المبارک 8 ہجری کو آپ ﷺ مدینہ منورہ سے 10 ہزار فوج کے ساتھ مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔راستہ میں قبائل عرب بھی آپ ﷺ کے ساتھ شامل ہوتے چلے گئے،مرّ الظہر ان پہنچ کر تمام فوج کو آگ روشن کرنے کا حکم دیا،21 رمضان المبارک بروز جمعہ 8 ہجری مکہ مکرمہ میں آپ اس شان سے داخل ہوئے کہ آپ ﷺ سورہ فتح کی تلاوت فرمارہے تھے،قریش صف بستہ کھڑے تھے۔آپ ﷺ کا خطاب صرف اہل مکہ سے نہیں بلکہ تمام عالم سے تھا:’’ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔اس نے اپنا وعدہ سچا کیا۔اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور تمام جتھوں کو تنہا توڑ دیا۔ہاں اس نے تمام مفاخر، تمام انتقامات،خون بہائے قدیم اور تمام خون بہا،سب مرے قدموں کے نیچے ہیں. صرف حرم کعبہ کی تولیت اور حجاب کی آب رسانی اس سے مستثنیٰ ہیں اے قوم قریش!اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا ہے۔تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔‘‘ آخر میں سورہ حجرات کی آیت 13 آپ ﷺ نے تلاوت فرمائی۔’’اس کے بعد مکہ سے مدینہ روانہ ہوئے حضرت عتابؓ بن اسید کو مکہ کا گورنر مقرر کیا،اس وقت ان کی عمر 20 سال تھی حالانکہ اس وقت سن رسیدہ اور اربابِ فضل وکمال موجود تھے یہ اس بات کی علامت ہے کہ عہدے اور منصب، اہلیت وصلاحیت کی بنیاد پر ملتے ہیں۔‘‘(نبی رحمت: 2/79،80)

آپ ﷺ کا آخری غزوہ تبوک (ماہِ رجب تا رمضان المبارک 9ھ / اکتوبر تا دسمبر

631ء) ہے۔جس کا تذکرہ سورہ توبہ کی آیت 38 سے آخر سورت تک ہے۔مدینہ منورہ سے ساٹھ سو کلو میٹر دور تبوک ایک مقام ہے۔جس کی جانب حضورﷺ تیس ہزار جان نثاروں کے ساتھ رجب 9ھ مطابق 631ء مدینہ سے روانہ ہوئے۔اور مدینہ کا نظم ونسق چلانے کے لیے حضرت علی المرتضیٰؓ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔بیس دن تبوک میں قیام فرمایا اور کفار کے دلوں پر اسلام کا رعب قائم کر کے مدینہ واپس تشریف لائے۔تبوک میں کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

لفظ ''رمضان'' کا مادہ ''رمض'' ہے۔جس کے معنی ہیں انتہائی سخت گرمی، چونکہ یہ انتہائی سخت گرمی میں آتا تھا۔اس لئے اسے رمضان کا نام دیا گیا۔رمضان کے معنی تلوار کی دھار کو تیز کرنا بھی ہیں۔لہٰذا جہاں ماہ رمضان میں اہل ایمان روزہ کی حالت میں کھانے پینے اور جماع سے اجتناب اور نفسانی خواہشات ترک کرتے ہوئے روحانی تقویت کا سامان کرتے ہیں۔انسان مائل بہ فلاح وصالحیت اور 'نفسِ مطمئنہ' کی حقیقت سے آشنا ہوتا ہے۔وہاں روح الامین علیہ السلام کی معیت میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مصروف جہاد رہے۔اس لئے روزہ دار دراصل جہاد بالنفس کی وادیوں سے گزر کر قتال فی سبیل اللہ کی شاہراہوں پہ گامزن ہوجانے کا نام ہے۔یہ سب کچھ رضائے الٰہی کے لیے کرنا ہوتا ہے۔مطلوب منزلِ شہادت ہے۔اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔اجر وثواب کا بحر بیکراں ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَالحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُولُ الم حَرْفٌ وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ (ترمذی)

''جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اس کے لئے اس کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے۔میں نہیں کہتا الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے''۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا:

أَفْضَلُ عِبَادَةِ أُمَّتِي قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ (بیہقی)

''میری امت کی سب سے افضل عبادت تلاوتِ قرآن ہے''۔

روز قیامت تلاوتِ قرآن کا اہتمام کرنے والوں اور اس کے معانی سمجھنے والوں کی شفاعت خود

قرآن حکیم فرمائے گا۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الصیام والقرآن یشفعان للعبد یوم القیامة، یقول الصیام: ای ربّ، منعته الطعام والشهوات بالنهار، فشفعنی فیه، ویقول القرآن: منعته النوم باللیل، فشفعنی فیه، قال: فیشفعان۔ (مسنداحمد)

''قیامت کے دن روزہ اور قرآن دونوں بندے کے لئے شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے اس شخص کو دن کے وقت کھانے (پینے) اور (دوسری) نفسانی خواہشات سے روکے رکھا پس تو اس شخص کے متعلق میری شفاعت قبول فرما۔قرآن کہے گا: اے میرے رب! میں نے اس شخص کو رات کے وقت جگائے رکھا پس اس کے متعلق میری شفاعت قبول فرما۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ے فرمایا: ان دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔''

علامہ اقبال کا پیغام ہے:

برگ و ساز ما کتاب و حکمت است　　　　این دو قوت اعتبار ملت است

عہد حاضر میں انہی دو قوتوں ہی سے ملت اسلامیہ کا وقار اور یہی امت مسلمہ کی تعمیر و ترقی کا راز ہے۔اللہ جلّ شانہٗ ہمیں رمضان المبارک کی بابرکت ساعتوں میں تلاوت قرآن پاک کی تلاوتوں، سماعتوں، طہارتوں اور تقویٰ سے فیضیاب فرمائے۔لیکن افسوس صد افسوس کہ آج مقامی مساجد مسلکی اعتبار سے منقسم ہیں۔صورت حال بایں جارسید کہ حروف و مخارج پر تنازعات جنم لے رہے ہیں۔حرف 'ض' کا مخرج پر اس حد تک اختلاف بڑھ چکا ہے کہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا ممنوع قرار پایا ہے۔کیا یہ قہر الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف نہیں ہے؟ کہ مسلمان ایک دوسرے سے قرآن کی سماعتوں سے بھی انکار کردیں۔قرآن تو وحدت اُمت کا علمبردار ہے۔قبائل عرب کی عربی زبان میں تھوڑا تھوڑا اختلاف تھا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حضور درخواست کی تو ہر قبیلہ کو اپنی لغت کے مطابق پڑھنے کی اجازت مل گئی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روح الامین علیہ السلام سے فرمایا:

اِنِّی بُعِثْتُ اِلَی اُمَّةٍ اُمِّیِّینَ: مِنْهُمُ العَجُوزُ وَالشَّیْخُ الكَبِیرُ وَالغُلَامُ وَالجَارِیَةُ وَالرَّجُلُ الَّذِی لَمْ یَقْرَأْ کِتَابًا قَطُّ (ترمذی)

''مجھے ایک اُمی اُمت کی طرف بھیجا گیا ہے جن میں بوڑھیاں ہیں اور بوڑھے بھی،
سن رسید بھی، لڑکے اور لڑکیاں بھی اور ایسے بھی جنھوں نے کوئی کتاب نہیں پڑھی''

اس حدیث میں آپ ﷺ نے آسانی طلب فرمائی جس سے امت کے تمام افراد فائدہ اُٹھا سکیں۔ بابرکت راتوں میں تو خشیت الٰہی اور مطہر قلب وذہن مقصود ہوا کرتا ہے۔

اسلام کے چوتھا رکن روزہ اور دیگر تمام عبادات کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہی ہوئی۔ مسلمانوں نے شریعت محمدی کے تحت پہلا روزہ یکم رمضان 2 ہجری بمطابق 26 فروری 624ء بروز اتوار رکھا۔ تزکیہ نفس اور روح کی بالیدگی کا نام روزہ ہے۔ جو ظاہری و باطنی گناہوں سے پاک وصاف اور روح وجسم کو پاکیزگی ولطافت سے آراستہ کرتا ہے۔ جس سے صحیح معنوں میں ایک باعمل مسلمان بنتا ہے۔ روزہ انسان کے اندر تقویٰ پیدا کرتا ہے۔ ارشادات ربانی ہیں:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (183:02)

''اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کئے گئے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ''

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی (14:87) ''یقیناً فلاح پا گیا جس نے نفس کا تزکیہ کیا''

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا (9:91) ''یقیناً فلاح پا گیا جس نے نفس کا تزکیہ کیا۔''

صَام یَصوم صَومًا، عربی لغت میں صوم (جمع صیام) روزہ کو کہا جاتا ہے جس کا معنی کسی فعل سے قصداً باز رہنا اور رُک جانا ہے۔ علامہ ابن منظور لسان العرب میں ''صوم'' کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کسی چیز سے رُکنا اور چھوڑ دینا۔ روزے دار کو صائم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ کھانے، پینے اور عمل تزویج سے اپنے آپ کو روکے رکھتا ہے۔ (لسان العرب 301/12)

قرآن حکیم نے بات چیت چھوڑ دینے کے لئے بھی لفظ صوم استعمال کیا ہے ارشاد ربانی ہے:

اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُکَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا (26:19)۔

''میں نے اللہ کے لئے بات نہ کرنے کی نذر مان لی ہے''۔

روزے کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے: ''روزہ کی نیت کے ساتھ طلوع سحر سے لے کر غروب

آفتاب تک کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات قائم کرنے سے باز رہنے کو صوم کہا جاتا ہے‘‘۔نفسانی خواہشات کا ترک قربِ خداوندی اور ملکوتی اسرار کے منکشف ہونے کا باعث ہے۔اور جب ترک کی یہ کیفیت اپنی انتہاء کو پہنچ جائے تو سینہ روشن ہوجاتا ہے۔ یہ روشنی وہ بصیرت ہے جس سے مستقبل میں رہنمائی ملتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

كُلُّ عَمَلِ ابنِ آدَمَ لَهُ، اِلَّا الصِّيَامَ، فَاِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجزِي بِهِ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَاِذَا كَانَ يَومُ صَومِ أَحَدِكُم فَلَا يَرفُثُ وَلَا يَصخَبُ، فَاِن سَابَّهُ أَحَدٌ أَو قَاتَلَهُ، فَلْيَقُلْ اِنِّي امرُؤٌ صَائِمٌ، وَالَّذِي نَفسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطيَبُ عِندَ اللَّهِ مِن رِيحِ المِسكِ، لِلصَّائِمِ فَرحَتَانِ يَفرَحُهُمَا: اِذَا أَفطَرَ فَرِحَ وَاِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَومِهِ (بخاری)

’’ابن آدم کا ہر عمل اسی کے لئے ہے سوائے روزہ کے۔روزہ صرف میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دیتا ہوں۔ روزہ (گناہوں سے بچنے کے لئے) ڈھال ہے اور جس روز تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو نہ فحش کلامی کرے اور نہ لڑائی جھگڑے میں پڑے اور اگر اسے کوئی گالی دے یا لڑے تو وہ یہ کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ کو مشک سے زیادہ پیاری ہے۔روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، جن سے اسے فرحت ہوتی ہے: ایک جب وہ روزہ افطار کرتا ہے، اور دوسری جب وہ اپنے رب سے ملے گا تو اپنے روزہ کے باعث خوش ہوگا۔‘‘

## اعتکافِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اعتکاف گوشہ تنہائی میں رضائے الٰہی کے حصول اور تزکیہ نفس کا نام ہے۔خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ اپنے کلام میں نہایت خوبصورت انداز میں اسے بیان کیا ہے ؎

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی | اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی
ایک تم سے کیا محبت ہو گئی | ساری دنیا سے عداوت ہو گئی
جو مری ہونی تھی حالت ہو گئی | یاس ہی اس دل کی فطرت ہو گئی
آرزو جو کی وہ حسرت ہو گئی | خیر اک دنیا کو عبرت ہو گئی

دل میں وہ داغوں کی کثرت ہو گئی　　　رُونما اک شان وحدت ہو گئی

رمضان المبارک میں حضور نبی کریم ﷺ ہر رمضان المبارک کے آخری عشرے میں باقاعدگی سے اعتکاف فرمایا کرتے۔ تاہم شب قدر کی تلاش میں پہلے اور دوسرے عشرے میں بھی آپ ﷺ نے اعتکاف فرمایا۔ لیکن جب واضح طور پر بتلا دیا گیا کہ وہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہے۔ تو پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ آخری عشرے میں ہی اعتکاف فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ان النبی کان یعتکف العشر الآواخر من رمضان حتّی توفّاہ اللّٰہ تعالیٰ (بخاری)

''حضور ﷺ وصال تک رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے رہے''۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رسول اللّٰہ ﷺ اعتکف العشر الاول من رمضان علی سدتها حصیر قال: فاخذ الحصیر بیده فنحاها فی ناحیة القبة ثم اطلع راسه فکلم الناس فدنوا منه فقال: انی اعتکف العشر الاول التمس هذه اللّیلة ثم اعتکف العشر الاوسط ثم اتیت فقیل لی: انها فی العشر الآواخر فمن احب منکم ان یعتکف فلیعتکف. (مسلم)

''حضور نبی کریم ﷺ نے رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا' پھر آپ ﷺ نے درمیانی عشرہ اعتکاف فرمایا اور یہ اعتکاف ایسے ترکی خیمہ میں تھا جس کے دروازے پر بطور پردہ چٹائی تھی جس کو آپ ﷺ نے مبارک ہاتھ سے پکڑ کر خیمہ کی طرف ہٹایا اور پھر اپنا سر اقدس نکال کر صحابہ کرامؓ کو اپنے قریب آنے کے لئے فرمایا جب وہ قریب آ گئے تو فرمایا میں نے لیلۃ القدر کی تلاش میں پہلا عشرہ اعتکاف کیا' پھر میں نے درمیانی عشرہ اعتکاف کیا' پھر مجھے بتایا گیا کہ وہ آخری عشرہ میں ہے۔ تم میں سے جو اعتکاف جاری رکھنا چاہتا ہے وہ اسے جاری رکھے۔''

وصال مبارک سے قبل آپ ﷺ نے آخری رمضان المبارک میں بیس دن اعتکاف

فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:

كَانَ النَّبِىُّ ﷺ يعتكف فى كُلِّ رمضان عشرة ايام، فلمّا كان العام الذى قُبِضَ فيه اعتكف عِشرين يومًا (بخاری)

''نبی کریم ﷺ ہر سال رمضان میں دس دن اعتکاف فرماتے۔ لیکن جس سال آپ ﷺ نے وصال فرمایا اس آخری رمضان میں بیس دن معتکف رہے۔''

## وحی کا آغاز

تاجدار اقلیم رسالت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جب خلوتوں کی طرف مائل کیا تو آپ ﷺ غارِ حراء میں تشریف لے جانے لگے اور رمضان کے مقدس مہینے میں غارِ حرا کے اندر اعتکاف فرماتے۔ اعتکاف کی پہلی ہی شب، اوّل وقت، 21 رمضان المبارک، بمطابق 16 اگست 610ء بروز پیر، بارگاہ سیّد المرسلین ﷺ میں ربّ العالمین کا نامہ خیر و برکت، دستورِ ہدایت قرآنِ حکیم ریشمی کپڑے میں لے کر روح الامین علیہ السلام حالت خواب میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو پڑھنے کے لیے کہا۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کا قول نقل کرتی ہیں کہ میں نے کہا ''میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں'' اس پر فرشتے نے مجھے پکڑ کر بھینچا یہاں تک کہ میری قوت برداشت جواب دینے لگی۔ پھر مجھے چھوڑ دیا۔ یہ عمل روح الامین علیہ السلام نے تین مرتبہ دہرایا اور کہا:

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَق o خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَق o اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَم o الَّذِىۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَم o عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡ (91: 1۔5)

''(اے حبیب!) اپنے ربّ کے نام سے پڑھئے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا اس نے انسان کو (رحم مادر میں) جونک کی طرح معلق وجود سے پیدا کیا پڑھیے اور آپ کا ربّ بڑا ہی کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا جس نے انسان کو وہ سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ جس نے انسان کو وہ علم عطا فرمایا جو وہ پہلے نہ جانتا تھا''

اس پہلی وحی کے بعد آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے۔ پھر دوسرے دن واپس چلے آئے اور آخر رمضان (فترۃ الوحی) تک وہیں قیام فرمایا۔ پھر شوال میں سورۃ المدثر کی پہلی سات آیات نازل ہوئیں۔ لیلۃ القدر میں قرآن مجید ایک ہی بار لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل ہوا

اور بیت العزت میں محفوظ ہوا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر روح الامینؑ اُتنا ہی لے کر اُترتے جتنا انہیں حکم ملتا اور ترتیل سے پڑھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سارا سال قرآن نازل ہوتا رہتا لیکن روح الامینؑ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو پورے سال میں نازل ہوتا تھا، ماہ صیام میں اس کا دور کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر سال رمضان المبارک میں قرآن حکیم کا نازل شدہ حصہ تلاوت فرماتے اور روح الامینؑ کو سناتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

كَانَ يَلْقَاهُ فِى كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، (بخاری)

''(روح الامین علیہ السلام) رمضان کی ہر رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملکر قرآن کا دور کرتے۔''

ارشادات ربانی ہیں:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ o (3:44)

''ہم نے نازل کیا اس کو (قرآن پاک کو) لیلۃ المبارکہ میں ہم ڈرانے والے ہیں''

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ o

''رمضان کا مہینہ (وہ ہے) جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور (جس میں) رہنمائی کرنے والی اور (حق و باطل میں) امتیاز کرنے والی واضح نشانیاں ہیں، پس تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پالے تو وہ اس کے روزے ضرور رکھے اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں (کے روزوں) سے گنتی پوری کرے، اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے دشواری نہیں چاہتا، اور اس لئے کہ تم گنتی پوری کر سکو اور اس لئے کہ اس نے تمہیں جو ہدایت فرمائی ہے اس پر اس کی بڑائی بیان کرو اور اس لئے کہ تم شکر گزار بنو''۔ (185:02)

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ o وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ o لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ o تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ o

سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ٥ (5:97)

''بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں اتارا ہے اور آپ کیا خیال فرماتے ہیں (کہ) شبِ قدر کیا ہے شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس (رات) میں فرشتے اور روح الامین علیہ السلام اپنے ربّ کے حکم سے ہر امر کے ساتھ اترتے ہیں یہ (رات) طلوعِ فجر تک (سراسر) سلامتی ہے''

پورا قرآن کریم 23 سال میں مکمل ہوا اور یہ حقیقت بھی اظہر من الشّمس ہے کہ قرآن کریم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ہی میں اللہ کی رہنمائی و ہدایت کی روشنی میں مرتب ہو گیا تھا۔ اور ترتیب آیات و سور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی قائم فرمائی۔ اسی لئے تو نماز وتراویح میں بھی اسی ترتیب کے ساتھ آیات و سور تلاوت کی جاتیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (رمضان کی) ایک رات مسجد میں نماز تراویح پڑھی۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر دوسری رات کی نماز میں شرکاء زیادہ ہو گئے، تیسری یا چوتھی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تراویح کے لئے مسجد میں تشریف نہ لائے اور صبح کو فرمایا کہ میں نے تمہارا شوق دیکھ لیا اور میں اس ڈر سے نہیں آیا کہ کہیں یہ نماز تم پر رمضان میں فرض نہ کر دی جائے۔ (مسلم)

قرآن اسی ترتیب کے ساتھ جو آج بھی متداول ہے دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں قراء کے سینوں میں محفوظ تھا اور آج بھی انہی لہجات و قراآت میں پڑھا جا رہا ہے۔ کلام رب العلمین بہ لسان روح الامینؑ، بزبان سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم و تبع تابعین کا یہ تسلسل عصر حاضر میں مومنین و مسلمین کے ہاں جاری و ساری ہے۔ اس کتابِ ہدایت سے حقیقی معنوں میں ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہمیں اس کتاب کے نزول، اعجاز، ربط اور قدر و منزلت کی صحیح معرفت ہو۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آتی تو آپ بھی تیزی سے لب و دہن مبارک کو ہلاتے تاکہ حافظہ میں رہ جائے کہیں بھول نہ جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت مشقت فرماتے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ٥ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ٥ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ٥ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ٥ (القیامہ 75:16-19)

’’ (اے حبیب ﷺ!) آپ (قرآن کو یاد کرنے کی) جلدی میں (نزولِ وحی کے ساتھ) اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں بے شک اسے (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور اسے (آپ کی زبان سے) پڑھانا ہمارا ذِمّہ ہے پھر جب ہم اسے (زبانِ جبریل سے) پڑھ چکیں تو آپ اس پڑھے ہوئے کی پیروی کیا کریں پھر بے شک اس (کے معانی) کا کھول کر بیان کرنا ہمارا ہی ذِمّہ ہے‘‘

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا (106:17)

’’اور قرآن کو ہم نے جدا جدا کر کے اتارا تاکہ آپ اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے رفتہ رفتہ (حالات اور مصالح کے مطابق) تدریجاً اتارا ہے‘‘

یعنی وحی کا آپ ﷺ کو پڑھا دینا، دل میں جما دینا، یاد کرا دینا، سبھی ہمارے ذمہ ہے۔تو جب ہم پڑھ چکیں تو آپ ﷺ بھی اسی طرح پڑھیں جیسے روح الامینؑ نے پڑھا تھا اور جب تک وحی اترتی رہے۔خاموش سنتے رہیں۔ پھر وحی کے الفاظ کو آپ ﷺ کی زبان پر رواں کر دینا ہمارے ذمہ ہے۔تاکہ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے ترتیل و تجوید کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں۔ سننے والے بھی نہ صرف اسی طرح پڑھ سکیں، سمجھ سکیں بلکہ حفظ بھی کر سکیں۔ نیز تلاوت میں قرآن مجید کے حروف پورے طور پر پڑھے جائیں کسی طرح کی کمی بیشی نہ ہو جائے۔ سننے والوں سے بعض باتیں رہ بھی جاتی ہیں ان کے سمجھنے اور یاد کرنے میں جو دقت ہوتی ہے اس کا سامنا نہ ہو۔ چنانچہ ان آیات کے نزول کے بعد روح الامین علیہ السلام آتے آپ ﷺ خاموش رہتے اور جب چلے جاتے تو آپ ﷺ اسی طرح پڑھ کر سنا دیتے جس طرح اللہ نے آپ ﷺ کو سنایا ہوتا۔

وَ لَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ (114:20)

’’ اور آپ قرآن میں جلدی نہ کریں قبل اس کے کہ اس کی وحی آپ پر پوری ہو‘‘

یہ آیات ذہن انسانی کو جلا بخشتی ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ نے نہ صرف قرآن نازل فرمایا بلکہ قرآن کا بیان یعنی قرآنی الفاظ کا معانی و مفہوم، اس کی شرح و تفسیر، اس کی حکمت عملی اور طریق، اور تفہیم قرآن کے وہ تمام مدارج جن سے لوگ قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے یعنی نزول قرآن کے حقیقی مقاصد سے آگاہ ہو سکیں سب کچھ نازل فرمایا ہے۔ اور جس طرح قرآن کی حفاظت اللہ کی

ذمہ داری ہے۔اس کے بیان کی حفاظت کی بھی اسی کی ذمہ داری ہے۔قرآن کے بیان کی حفاظت اورقرآن کے الفاظ کی حفاظت ہم معنی ہے۔اس لئے اللہ اوراس کے رسول ﷺ کے ہاں قرآن کے الفاظ، ان کا مفہوم سبھی کچھ متعین ہے۔ کیونکہ امت کو بتلانا رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری تھی۔ اب اگرکوئی رسول اللہ ﷺ کے فرمودات یعنی بیان یا سنت سے آزاد ہوکر محض لغوی طور پرقرآنی الفاظ کا مفہوم متعین کرے گا تو وہ گمراہی کا شکار ہوگا۔ مثلاً لغت میں لفظ صلوٰۃ کے ان معانی نماز، برکت، رحمت، جنازہ کی تو آیات سے تائید ہوتی ہے۔ بقیہ معانی نا قابل قبول ہیں۔ ہرزبان میں اصطلاحات کو اہل زبان ہی خوب جانتے ہیں۔لغت کا دائرہ کار چونکہ کسی ’’زبان‘‘ کے الفاظ کے معنی بیان کرنا ہے لہٰذا ان اصطلاحات کا مفہوم اس کے دائرہ سے خارج ہوتا ہے۔قرآن چونکہ علوم شرعیہ کا منبع ہے۔اس میں ایسی اصطلاحات مثلاً دین، الٰہ، عبادت، صلوٰۃ، زکوٰۃ، معروف، منکر، حج، عمرہ، آخرت وغیرہ کے مفہوم کا تعین بھی اللہ اوراس کے رسول ﷺ کے فرمودات کی روشنی میں ہوگا۔قرآن اورقرآن کے بیان یعنی سنت رسول ﷺ دونوں ہی واجب الاتباع ہیں۔اورقرآن کا بیان یا تشریح وتفسیر وہی واجب الاتباع ہے جو خود رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہو۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ رَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ٥ لَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِيْرًا (25:32-33)

’’اور کافر کہتے ہیں کہ اس (رسول) پرقرآن ایک ہی بار کیوں نہیں اتارا گیا؟ یوں تدریجاً اس لئے اتارا گیا ہے تاکہ ہم اس سے آپ کے قلبِ (اطہر) کو قوت بخشیں اورہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا ہے اور یہ (کفار) آپ کے پاس کوئی (ایسی) مثال نہیں لاتے مگر ہم آپ کے پاس حق اور بہتر وضاحت کا بیان لے آتے ہیں‘‘۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا (76:23)

’’بے شک ہم نے آپ پرقرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا ہے۔‘‘

مشرکین کا یہ اعتراض تھا کہ جیسے توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور زبور حضرت داوٗد علیہ السلام پراور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یک بارنازل ہوئی۔قرآن کریم ایک

ہی بار کیوں نازل نہیں ہوا؟ جواباً اللہ نے فرمایا: روح الامین (علیہ السلام) نجماً نجماً اس لیے قرآن لے کر نازل ہوتے ہیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو تقویت ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اسے محفوظ کر دیں۔

قرآن مجید کی مقدس تعلیمات اور ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر دور، ہر زبان اور ہر ذریعہ سے دوسروں تک پہنچانے کا عہد ہی رمضان المبارک کے رواں ایام میں ان مبارک ساعتوں کا پیام ہے۔ اور روحانی اقدار کی اہمیت سے پوری انسانی برادری کو آگاہ کرنے والا ہی خیر خواہ انسانیت اور باشعور مسلمان ہے۔

---

# مائیکروویو میں گرم کیے گئے کھانوں سے کینسر اور بانجھ پن کا امکان

(http://www.awaztoday.pk/latest-news-details.aspx/pageId=14201)

ماہرین طب کا کہنا ہے کہ مائیکروویو اوون میں گرم کیے گئے کھانے کے عادی لوگ کینسر، بانجھ پن، ذیابیطس اور موٹاپے کا شکار ہوسکتے ہیں۔ سائنسی جریدے نیچر میں شائع ہونے والے مقالے کے مطابق امریکا کے سائنس دانوں نے مائیکروویو کے استعمال اور اس کے انسانی صحت پر پڑنے والے اثرات کا جائزہ لینے کے لیے پانچ سال پر مشتمل کثیر الملکی مطالعہ کیا۔ ماہرین نے مائیکروویو سے نکلنے والی مضر شعاعوں کے پلاسٹک کے برتنوں کی تیاری میں استعمال ہونے والے کیمیکلز کے ملاپ سے انسانی صحت پر مضر اثرات کا مطالعہ کیا۔

سائنس دانوں کے مطابق پلاسٹک کے برتن مختلف کیمیکلز سے تیار کیے جاتے ہیں جن میں سب سے خطرناک کیمیکلز بائی اسفینول ہے۔ پلاسٹک کے برتن میں جب کھانا گرم کیا جاتا ہے تو مائیکروویو اس برتن میں بائی اسفینول اے (BISPHENOL-A) کیمیکل کا اخراج کروادیتا ہے جو کھانے میں شامل ہوکر ہمارے جسم میں داخل ہوجاتا ہے۔ بائی اسفینول اے کیمیکل کھانے کے ساتھ معدے کے راستے خون میں شامل ہوجاتا ہے جہاں یہ ہارمونز میں تبدیلی کا باعث بنتا ہے، ہاضمے کو خراب کرتا ہے، شوگر لیول بڑھاتا ہے اور کیسینوجین کیمیکل ہونے کی وجہ سے اس کے سب سے زیادہ مضر اثرات کینسر اور بانجھ پن کا باعث بننا ہے۔ یہ کیمیکل ہضم نہیں ہوپاتے اور خون میں لوتھڑے کی شکل میں جمع ہوکر بلند فشار خون، ہائی کولیسٹرول اور آنتوں میں زخم کا باعث بھی بنتے ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر بہت ضروری بھی ہو تو کھانے کو پلاسٹک کے برتنوں میں گرم کرنے کے بجائے ایسا برتن استعمال کریں جس میں مائیکروویو میں محفوظ رہنے کا لیبل چسپاں ہو یا اگر آپ نان اسٹک برتن استعمال کرتے ہیں تو اس میں لکڑی کا چمچہ ہی استعمال کریں تاکہ ٹیفلون کی تہہ اتر کر کھانے میں شامل نہ ہوسکے۔ اگر آپ کو محسوس ہو کہ یہ تہہ اترنے لگی ہے تو فوری طور پر اس برتن کا استعمال ترک کردیں۔

ٹیکنیکل ایجوکیشن بورڈ خیبر پختونخواہ پشاور کی جانب سے

# ایک امتحانی پرچے میں کیا گیا سوال

# ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نقصانات کیا ہوتے ہیں''

تحریر : محمد عاصم حفیظ

یہ ایک امتحانی پرچے کا عکس ہے۔ صوبہ خیبر پختونخواہ کے ٹیکنیکل ایجوکیشن بورڈ کی جانب سے ڈی اے ای کے اسلامیات اور مطالعہ پاکستان کے پرچے میں سوال پوچھا گیا ہے کہ ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نقصانات'' کیا ہوتے ہیں؟ مختصر لکھیں''۔

ویسے بورڈ حکام نے مہربانی فرمائی ہے کہ مختصر لکھنے کو کہہ دیا ورنہ آج کل اس موضوع پر تو بہت سے حلقے تفصیل کے ساتھ لکھ اور بیان کر رہے ہیں۔ معاشرے میں اصلاح کی ضرورت و اہمیت، برائی سے روکنے اور اچھائی کی تلقین کرنے کی باتیں ہوئیں پرانی۔ کلمہ طیبہ کے نام پر معرض وجود میں آنے والی مملکت پاکستان میں ان ''عجیب و غریب'' عادات کے نقصانات سے آگاہی فراہم کی جا رہی ہیں۔ کسی تعلیمی بورڈ کے پرچہ جات انتہائی ذمہ دار ماہر تعلیم بناتے ہیں اور انہیں کئی مرتبہ ری چیک بھی کیا جاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ سوال بطور خاص شامل کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے

صوبہ پنجاب میں ایک درسی کتاب میں حدیث نبوی ﷺ کو قول میں تبدیل کیا گیا تھا۔ دراصل دینی روایات، شعائرِ اسلام اور مذہبی تعلیمات وہ آسان ترین ہدف ہیں کہ جنہیں ہمارے ہاں تضحیک و توہین کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ کون اس کی فکر کرے گا کہ ہم اپنی آنے والی نسلوں کی کیا سکھا رہے ہیں۔ مسلمان طلبہ و طالبات کے لیے بنائے اس پرچے میں واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ مسلمان ہونے کے ایک اہم ترین وصف کے نقصانات لکھیں۔ خیبر پختونخواہ ٹیکنیکل ایجوکیشن بورڈ کے حکام کو اس سنگین غلطی پر سخت ایکشن لینا چاہیے۔ کیونکہ یہ واقعی توہین اسلام ہے۔ قرآن و حدیث میں واضح طور پر نیکی کی تلقین کرنے اور برے کاموں سے روکنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ اسلام کے اہم ترین امور میں سے ہے۔ کئی اسلامی ممالک میں اس حوالے سے باقاعدہ محکمے بنائے گئے ہیں۔ ہم اتنے اسلامی تو نہیں ہوئے کہ ملک میں شریعت نافذ کر سکیں لیکن کم سے کم قرآن و حدیث کے احکامات کی تضحیک تو نہ کریں اور ان کے نقصانات نہ گنواتے پھریں۔

---

# ماہِ صیام تجدیدِ عہدِ وفا کا موقع

ابوفیصل محمد منظور انور

''رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، لوگوں کے لئے ہدایت بنا کر اور ہدایت اور حق و باطل کے امتیاز کے کھلے دلائل کے ساتھ۔ سو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو وہ اس کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے تمہارے ساتھ سختی نہیں کرنا چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم تعداد پوری کرو اور اللہ نے جو تمہیں ہدایت بخشی ہے اس پر اُس کی بڑائی کرو تا کہ تم اس کے شکر گزار بنو''۔ (185:02)

اَرکانِ اسلام میں روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا دیگر تمام عبادات میں ایک خاص مقام ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم کا ہر عمل اس کے اپنے لیے ہوتا ہے، سوائے روزے کے، کہ روزہ میرے لیے ہے اور اس کا بدلہ میں خود دوں گا۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک سے زیادہ محبوب ہے۔ روزے دار بندہ صرف اپنے ربّ تعالیٰ کو خوش کرنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے اپنے کھانے پینے کو اور خواہشاتِ نفس کو ترک کر دیتا ہے۔ روزہ ہر مسلمان عاقل و بالغ پر فرض ہے۔ جس کسی نے جان بوجھ کر ایک فرض روزہ چھوڑ دیا وہ ساری زندگی روزے رکھتا رہے پھر بھی اس ایک چھوڑے ہوئے روزے کے برابر نہیں ہو سکتے۔ روزہ کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ انسان کی روزی حلال ہو۔ روزہ صرف کھانا پینا ترک کر دینے کا نام

نہیں بلکہ آنکھ، کان، زبان اور ہاتھ پاؤں یعنی تمام اعضا کو روزہ شامل ہے۔ روزہ دار اپنے جسم کے ہر عضو کو کنٹرول کرے۔ روزہ دراصل ایک روحانی تربیت ہے۔ ماہ رمضان میں روزہ دار کے ایک فرض کا ثواب 70 گنا کر دیا جاتا ہے اور سنتوں اور نوافل کا ثواب فرضوں کے برابر کر دیا جاتا ہے۔ رمضان المبارک فیوض و برکات کا مہینہ ہے۔ ماہ مبارک کے پہلے عشرے میں رحمت، دوسرے میں بخشش اور آخری عشرے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کا اعلان ہوتا ہے۔ صرف افطاری کے وقت ایسے ہزاروں افراد بخش دیے جاتے ہیں جن پر دوزخ واجب ہو چکی تھی جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے: وَلِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ عِنْدَ الْإِفْطَارِ أَلْفُ أَلْفِ عَتِيقٍ مِنَ النَّارِ كُلُّهُمْ قَدِ اسْتَوْجَبُوا النَّارَ...... (شعب الایمان)

ماہِ صیام ہمیں اپنا احتساب کرنے کا پورا پورا موقع فراہم کر رہا ہے مگر افسوس کہ آج کل مسلم دنیا اور پاکستان میں کیا ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود پر ان کی مسلسل نافرمانیوں کی وجہ سے ذلت و مسکنت طاری کر دی تھی اور انھیں عذابِ مہین سے دوچار کر دیا تھا۔ ہمیں اپنے گریبان میں جھانکنا چاہئے کہیں ہم مسلمان ان یہود کی طرح اپنے رب کی نافرمانیوں کی راہ پر تو نہیں چل رہے۔ کونسا ایسا حکم ہے جس کی ہم نافرمانی نہیں کر رہے۔ ہمیں نوشتہ دیوار پڑھ لینا چاہیے۔ اس ماہ مبارکہ میں اپنی خطاؤں پر نادم ہونے، کثرت کے ساتھ توبہ و استغفار اور اپنی اصلاح کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے اور اپنے رب سے کیے ہوئے عہد الست بربکم کی تجدید میں سرگرداں ہو کر اپنی اصل کی طرف کامیابی کے ساتھ لوٹنے کی جستجو کرنا ہو گی۔

ہم مسلمان مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ کے احکامات اور قرآنی تعلیمات کی مسلسل خلاف ورزیوں کے باعث اغیار کی غلامی میں جا چکے اور پوری دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ فرانس میں منعقدہ ایک اجلاس میں سینکڑوں یہودی و عیسائی رہنماؤں کی طرف سے قرآن میں تحریف کر کے جہاد پر مبنی آیات کو حذف کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ یہ جہاد اسلامی کو گالی بنا دینے کی سازش کی گئی ہے۔ مشرق وسطیٰ میں شام، عراق، فلسطین، یمن، مصر، و دیگر مسلم ممالک افغانستان، لیبیا، ٹیونس، کشمیر، روہنگیا میں برسوں سے جاری خانہ جنگی کے بعد اب سعودی عریبیہ اور پاکستان سمیت کئی مسلم ممالک میں بھی جنگی صورت حال پیدا ہو چکی ہے۔ افغانستان میں کمسن 150 حفاظ

کرام بچوں کو عین اس وقت فضائی بمباری سے شہید کر دیا گیا جب وہ دستار فضیلت لینے کے لئے بیٹھے تھے۔ فلسطین اور کشمیر میں نہتے سینکڑوں مسلمانوں کو پر امن احتجاج کرنے پر گولیاں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ مصر میں ایک خاتون ڈاکٹر عالمہ کو پھانسی دے دی گئی۔ ایک طرف امریکہ بہادر نے بیت المقدس میں اپنا سفارت خانہ کھول کر دنیائے اسلام کو ٹھینگا دکھا کر جھنجوڑا ہے جس کے خلاف عالم اسلام کا ردّعمل نہ ہونے کے مترادف ہے۔ دوسری طرف اکثر اسلامی ممالک میں اسلام پرستوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا ہے۔ مگر ایسے واقعات پر کوئی ایسا احتجاج دیکھنے میں نہیں آیا جس سے ہماری اسلام سے والہانہ محبت وعقیدت کا اظہار ہو۔ مشرق وسطیٰ میں سنگین ترین خانہ جنگی کی صورت حال کے باعث مسلم دنیا کے باسی لاکھوں کی تعداد میں عورتیں بچے بوڑھے بے یار ومددگار ہو گئے ہیں وہ اپنے ہی ممالک کے بادشاہوں کی باہمی اقتدار کی رسہ کشی پر نوحہ کناں ہیں جن کی ہوس اقتدار کی وجہ سے وہ اپنے گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور دیار غیر میں پناہ کے لئے در بدر پھر رہے ہیں۔ ہم اپنے معاشرے میں دیکھیں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسلم دنیا میں احکام خداوندی کی صریحاً خلاف ورزی، شرک سے آراستہ اور گناہ آلودہ زندگیاں گزارنا اب معمول بن چکا ہے۔ دنیا بھر کے مسلم ممالک میں کونسا اسلامی ملک ہے جہاں اسلامی نظام نافذ ہے؟ مڈل ایسٹ کے اسلامی ممالک دوبئ دیگر ریاستوں اور مصر وغیرہ میں مغربی تہذیب کیا کیا گل نہیں کھلا رہی؟ اور کیا کچھ نہیں ہو رہا تھا کہ اب خصوصاً سعودی عرب جیسے راسخ العقیدہ اسلامی عقائد کے دعویدار مسلم ملک میں آل سعود کے موجودہ بادشاہ سلیمان بن عبدالعزیز اور ان کے ولی عہد بیٹے شہزادہ محمد بن سلیمان نے تو مغربی ممالک کی اندھی تقلید میں آخیر کر دی ہے اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈالتے ہوئے عفت مآب گھریلو مسلم خواتین کو انسانی حقوق کے نام پر چادر اور چار دیواری سے باہر نکال کر مغربی تہذیب کا دلدادہ بنانے کے لئے عریانی فحاشی پر مبنی غیر اسلامی وغیر اخلاقی پروگرام شروع کر کے لادینیت کی راہ ہموار کرنے کا آغاز کر دیا ہے جن کا مسلم معاشرے میں تصور تک نہ تھا۔ ظلم کی انتہا ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کی جانے والی مملکت خداداد پاکستان میں بھی اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے حکمران اور عوام بڑی ڈھٹائی، کمینگی اور دیدہ دلیری کے ساتھ احکام خداوندی کی خلاف ورزی کر رہے ہیں کوئی اخبار اٹھا لیجئے چند دھوکا دہی قتل وغارت اور ڈکیتی

کی وارداتیں فیشن کے نئے نئے انداز اور بے حیائی کو فروغ دینے والے اشتہارات کے سوا ہمارے دامن میں کچھ بھی تو نہیں۔ صالح اور اہل قیادت نہ ہو تو منزلیں معدوم ہو جاتی ہیں اور قومیں اپنی منزلیں کھو دیتی ہیں یہاں چند ٹکوں کے عوض گدھے خنزیر اور کتے سمیت دیگر حرام و مردار جانوروں کے گوشت فروخت کئے جانے کے قصے زبان زد خاص و عام ہیں۔ کھانے پینے کی اشیاء میں بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ ملاوٹ کر کے عوام کو زہر آلودہ اشیائے خورد و نوش فراہم کی جا رہی ہیں کم تولنے، جعلی ادویات کی تیاری اور فروخت، چوریاں، ڈکیتیاں کرنے اور کمسن بچوں بچیوں اور حوا کی معصوم بیٹیوں کو بے آبرو کرنے والے ظالم بھی مسلمان ہی تو کہلاتے ہیں۔ وطن عزیز میں اربوں کھربوں کی لوٹ مار کرنے والی اشرافیہ سمیت میراثی، گوّیئے اور کنجر قسم کے لوگوں اور ناچنے گانے والی طوائفوں کو FILM STAR آئیڈل بنا کر پیش کیا جاتا ہو اور انھیں وی وی آئی پی کا درجہ دے کر پروٹوکول دیا جاتا ہو،، ملاحظہ کے لئے 222 قرضہ خور افراد 80 ارب روپے سے زائد رقم معاف کروانے والے۔ زرداری اینڈ کمپنی، ڈاکٹر عاصم، عزیر بلوچ، شرجیل میمن ڈالرز کرنسی سمگلنگ میں ملوث ماڈل ایان علی کے خلاف درج مقدمات اور عدالتی ٹرائل کا ڈرامہ قومی ادارہ احتساب بیورو (NAB) کی طرف سے آئے روز طبقہ اشرافیہ پر اربوں روپے ہڑپ کرنے کے الزامات۔ پانامہ پیپرز سیکنڈلز میں شریف خاندان کی کرپشن کے انکشاف پر اعلیٰ عدلیہ کا فیصلہ، گزشتہ تیس سالوں سے زائد عرصے سے اقتدار کی مسند پر براجمان ایک خاندان کی بڑی ڈھٹائی کے ساتھ ریاستی اداروں کے خلاف ہرزہ سرائی اور مہم جوئی پر تو ماتم ہی کیا جا سکتا ہے جس خاندان کا تین بار وزیر اعظم بننے والا شخص اربوں روپے کی کرپشن کے الزامات کا جواب نہ دے سکے اور اعلیٰ عدالت کی طرف سے ڈکلیئر بددیانت اور خائن اور جھوٹا قرار پائے اور وہ عدلیہ کی بار بار تضحیک کرتا ہوا نظر آئے اور بیان بازی کے ذریعے ایک پڑوسی دشمن ملک کے ایجنڈے کی تکمیل میں تمام حدیں پار کرنے لگے اور اس کے بھائی پر بھی اربوں روپوں کی کرپشن کے کئی سیکنڈلز سامنے آئیں اور وہ الزامات کا جواب دینے کی بجائے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کی روش اپنائیں تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس اسلامی ملک کی اشرافیہ کس قسم کے اسلامی اخلاقی اقدار کی حامل ہے۔ جب پورا معاشرہ خاموش تماشائی ہی نہیں بلکہ ان جھوٹے عناصر کا ہمنوا بنتا نظر آئے اور ایسے بدمعاش عناصر کے

خلاف آواز بلند کرنے اوراس کے خلاف احتجاج کی آواز سننے میں نہ آئے تو ایسے مسلم معاشرے پر ''اِنا للہ و اِنا الیہ راجعون'' ہی پڑھا جائے۔اس کے ساتھ ہی ماہ مقدس میں بھی معاشرے میں بڑھتی ہوئی برائی بے حیائی اورعریانی فحاشی پرآواز اٹھانے کے بجائے مذہبی طبقہ بھی خاموش تماشائی بنا بیٹھا ہواور عالمی سطح پر گلے سڑے موجودہ لادینیت پر مبنی مغربی جمہوریت کے نظام سے وابستہ رہ کرہی خیر کے پہلو نکلنے کا طلبگار رہوتو اس پرتو فاتحہ ہی پڑھی جاسکتی ہے۔ایسی بدمعاش سیاسی قیادت اوران کے حامیوں ہی کی بدولت اسی ماہ مقدس میں کیبل پر 24 گھنٹے مخرب اخلاق پروگرام دکھا کر نوجوان نسل کوتباہ کیا جارہا ہے۔مسلمان کہلانے کے دعویدار اس ماہ مبارک کے تقدس کا خیال رکھیں اوراپنی گھٹیا غیراخلاقی سرگرمیاں سے باز آجائیں۔اللہ تعالیٰ نے اس ماہ مقدس میں شیطان کو زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے مگراس کے شتونگڑے کھلے عام معاشرے میں بے حیائی پھیلانے میں مصروف ہیں حسب روایت اس سال بھی آمد رمضان المبارک سے 2 ہفتہ قبل اشیائے صرف سٹاک کر کے یکم رمضان المبارک سے کمائی کا سیزن شروع کردیا گیا ہے۔ ہر چیز دوگنے اور تگنے نرخ پرفروخت ہورہی ہے۔ناجائز منافع خورایسی اشیاء جنہیں روزہ داربطورخاص استعمال کرتے ہیں کی قیمتیں انتہائی حدتک بڑھا چکے ہیں۔صرف کھجور جو رمضان المبارک میں زیادہ استعمال کی جاتی ہے پہلے سے دوگنا قیمت پرفروخت ہورہی ہے اسی طرح سبزیاں، پھل بھی مہنگے داموں فروخت ہورہے ہیں۔گوشت فروش اس مقدس مہینے میں غیرمعیاری گوشت من مرضی کی نئ قیمتیں مقرر کر کے فروخت کررہے ہیں حکومت قیمتیں کنٹرول کرنے کے لئے صرف نرخ ناموں کی فہرستیں لٹکانے پرزور دیتی ہے اور چندایک قصابوں اوردیگر دوکانداروں کی دوکانوں پر چھاپے مار کرکارروائی مکمل کررہی ہے۔جبکہ مکار، عیار، بددیانت تاجراپنی ناجائز منافع خوری میں پہلے سے زیادہ حربے اختیار کررہے ہیں۔ہسپتالوں ، اڈوں ، ریلوے اسٹیشن کے علاوہ شہری حدود میں کئی جگہوں پردوکانداروں نے دوچار قناتیں لگا کر یہ ظاہر کیا ہوا ہے کہ یہاں کھانے پینے کوسب کچھ مل سکتا ہے اوراس طرح روزہ خور بڑے آرام سے ایسی جگہوں پرآکر پیٹ پوجا کرلیتے ہیں۔سارا دن فروٹ فروش کھجوریں اورمٹھائی وسموسہ،قلفیاں، آئس کریم اورمکئی کے بھٹے فروخت کرنے والے سرعام ہرگلی محلے میں اپنا مال فروخت کررہے ہیں۔کھانے پینے کی اشیاء کی دن دیہاڑے

فروخت سے روزہ داروں کو تنگی ہوتی ہے جبکہ روزہ خور بڑے آرام سے یہ اشیاء خرید کر کونے کھدرے میں بیٹھ کر کھا لیتے ہیں۔ کئی اسلامی ممالک میں یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ ماہ صیام کے تقدس کا خیال رکھا جاتا ہے۔ کھانا پینا تو درکنار کھانے پینے والی اشیاء بازار میں کہیں نظر نہیں آتیں۔ ساتھ ہی اشیاء کی قیمتیں کم کر دی جاتیں ہیں اور مارکیٹ میں اشیاء صرف وافر مقدار میں فراہم کر دی جاتی ہیں مگر وطن عزیز میں کبھی ایسا نہیں ہوا ہے کئی عشروں سے لوٹ مار اور مصنوعی گراں فروشی کا دھندا دیکھنے میں آیا ہے بسوں میں وی سی آر پر انتہائی گھٹیا، بے ہودہ اور لچر قسم کی فلمیں زبردستی دکھائی جارہی ہیں۔ رحمت، مغفرت اور دوزخ سے نجات کی کوشش کی بجائے ہم دوزخ جانے کی دوڑ میں بھرپور حصہ لینے کے لئے بے تاب نظر آتے ہیں ایک طرف مساجد میں نماز تراویح ادا کی جارہی ہوتی ہے تو دوسری طرف ابلیس کے چیلے کرکٹ کا میدان سجا کر نوجوانوں کو مصروف مشاغل کرنے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں رمضان اور عید کا چاند نظر آتے ہی ناجائز منافع خور تاجر، دکاندار میدان میں کودنے کے عادی ہیں جو اپنا حصہ بقدر جثہ وصول کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے ناجائز منافع خوری کے عادی اپنی روش بدلیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں نزول قرآن کی مبارک گھڑیوں سے فیضیاب ہونے اور اپنی زندگیاں اسلامی تعلیمات کے مطابق گزارنے کی تلقین کی گئی ہے مگر ہم قرآن مجید ایسے نسخہ کیمیا کے حقوق ادا کرنے اس کو پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی زحمت تک گوارا نہیں کرتے رسول اللہ ﷺ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کریں گے کہ اے میرے پروردگار میری قوم کے لوگوں نے اس قرآن مجید کو چھوڑ رکھا تھا۔ (30:25) ہمیں اپنے خلاف اپنے رسول معظم ﷺ کی طرف سے دائر کیے جانے والے استغاثہ سے بچنا ہوگا۔ یہ ماہِ رمضان نصیب فرما کر اللہ تعالیٰ نے موقع دیا ہے کہ ہم اجتماعی طور پر توبہ کر کے اپنے حالات کی اِصلاح کرلیں۔ ہماری طرف سے اہل وطن کو نم آنکھوں سے آنے والی عید الفطر مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے اور رمضان المبارک کے صدقے ہمیں ہدایت بخشے تا کہ ہم اچھے اعمال کر کے اپنے آپ کو دوزخ کے عذاب سے بچا سکیں۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کرلیتی ہے　　کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

# اعتکاف ــــ روحانی سفر کا راستہ

پروفیسر نصیر الدین شبلی مہری
نبیرہ شیخ الجامعہ محدث گھوٹویؒ

سرورِ عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اعتکافی زندگی کا علانیہ آغاز تقریباً 30 سال کی عمر میں غارِ حرا کی روحانی گوشہ نشینی سے ہوا۔ آپ ﷺ کو انفرادیت اور تحنث شروع ہی سے محبوب تھے، اب اس کا برملا اظہار ہونے لگا، نبی پاک ﷺ گھر سے کئی کئی دنوں اور راتوں کے لئے غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور عبادت کرتے، اس عبادت کو لفظ تحنث (اللہ کی عظمت، قدرت، وحدت اور کبریائی میں خاموش اور تنہا تفکر کرنا) سے تعبیر کیا گیا ہے، ان اعتکافی دنوں میں آپ ﷺ تھوڑے سے ستو، نمک اور پانی ساتھ لے کر جاتے تھے اور غارِ حرا میں پتھروں پر استراحت فرماتے تھے، آپ ﷺ کا غارِ حرا میں قیام کرنا اس لئے ممکن ہوسکا کیونکہ آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا صابرہ شاکرہ خاتون تھیں۔ غارِ حرا کو منتخب کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یہاں سے معتکف کی نظر سیدھی بیت اللہ پر پڑتی ہے، یہ چیز اللہ کی طرف توجہ مرکوز کرنے کے لئے شاندار حد تک مؤثر تھی۔

رہبانیت اور اعتکاف میں بہت بڑا بنیادی فرق ہے وہ یہ کہ راہب لوگ ساری زندگی حقوق العباد اور معاملاتِ زندگی سے گریزاں رہتے ہیں، وہ صرف قول سے نصیحت کرتے ہیں زندگی کی عملی مثالوں سے نمونہ نہیں بنتے جبکہ معتکف کو دورانِ اعتکاف جو فیوضات و برکات، خیر و صلاح اور بصیرت و نورانیت عطا ہوتی ہے وہ اسے اپنی عملی زندگی کے توسط سے انسانیت کی بہتری اور بنی نوعِ انسان کی فلاح کے لئے خرچ کرتا ہے اور دنیا کو جنت نظیر بنانے کی عملاً کوشش کرتا ہے،

وہ اپنے عمل سے لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے،صوفی مردم بے زار نہیں ہوتا بلکہ انسانیت کی خدمت تو اس کی نظر میں رضائے الٰہی کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ ہوتی ہے، راہب اور سادھو،نورانیت کو اپنی ذات تک محدود کر کے اس کی بے قدری کا ارتکاب کرتے ہیں جبکہ معتکف حضرات اس حاصل کردہ نورانیت کو سب میں بانٹ کر اللہ کے محبوب قرار پاتے ہیں۔

شریعت میں بجا طور پر فرمایا کہ جب کچھ باصلاحیت اور معتبر لوگ اعتکاف کے ذریعے صیقل ہو کر پورے سماج کو کندن بنانے کا بیڑا اٹھالیں تو دوسرے لوگوں کے لئے اس میں کفایت ہے، رہنمائی اور پیشوائی کے لئے یہ لوگ کافی رہیں گے، اس لئے مناسب ہے کہ اعتکاف کو بچوں کا کھیل نہ بنایا جائے اور اسے محض رسم بنانے سے پرہیز کیا جائے،صوفی کا دل محافل رانگ ورنگ کا رسیا نہیں ہوتا بلکہ اس کی اعتکاف گاہ اور چلہ گاہ ہی ہر وقت اس کے لئے پرکشش رہتی ہے، یاد رہے کہ مومن کے لئے مسجد ہی اس کی چلہ گاہ ہے، سرورِ عالم نورِ مجسم ﷺ نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے، اسی لئے نماز کو معراجِ مومنین بھی کہا گیا ہے، جو نماز نہیں پڑھتا، روزہ نہیں رکھتا وہ اعتکاف سے کیا حاصل کرے گا؟ اعتکاف عبادت ہے جس کا مقصد تزکیۂ نفس ہے سو اعتکاف کا سارا وقت گپ شپ اور ہنسی مزاح میں صرف کرنا مناسب نہیں۔

لفظ اعتکاف کا مادۂ اشتقاق ع،ک،ف (علف) ہے، علماء لغت نے اس کے مندرجہ ذیل مفاہیم تحریر کئے ہیں: کسی کام میں مشغول ہونا، متوجہ ہونا، منہمک ہونا، پابند رہنا، قائم رہنا، ٹھہرنا، خود کو الگ رکھنا، علیحدہ ہونا، تنہا ہونا، گوشہ نشین ہونا، روکنا، باز رکھنا اور منع کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ عَهِدْنَا اِلٰی اِبْرَاهِیمَ وَ اِسْمٰعِیلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّائِفِیْنَ وَ الْعَاكِفِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْد (125:02) ''اور ہم نے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ سے عہد لیا کہ تم دونوں میرے گھر کو پاک و صاف کر دو، طواف کرنے والوں کے لئے، اعتکاف بیٹھنے والوں کے لیے اور نماز پڑھنے والوں کے لیے۔

تبتیل کا معنی ہے اپنے آپ کو الگ کرنا، جدا کرنا، منقطع کرنا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو تبتیل کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ ''اے چادر اوڑھنے والے! رات کا قیام کیا کیجئے، مگر تھوڑی رات یعنی کم و بیش نصف اور قرآن ترتیل کے ساتھ تلاوت کیا کیجئے۔ ہم

آپ کی طرف بھاری فرمان القاء فرمائیں گے۔ یقیناً رات کا قیام سخت روندنے والا ہے اور (دل کی بات) سیدھی موثر ہو جاتی ہے، بے شک آپ کو دن میں لمبا شغل رہتا ہے، سو (رات کو) رب کے ناموں کو ذکر کیجئے اور سب سے الگ ہو کر صرف اسی کی طرف محو ہو جایئے'' ۔ (المزمل آیت ۱۔۸)

رمضان المبارک کے تیسرے عشرے میں روزے کے ساتھ مسجد میں اعتکاف بیٹھنا، سنت نبویہ موکدہ کفایہ ہے، لیکن باقی دنوں میں اعتکاف نفل ہے، اس کا بھی بہت ثواب ہے، نفلی اعتکاف میں روزہ رکھنا فرض نہیں ہے اگر رکھے تو نفلی ہوگا۔ اعتکاف کا جوہر، تلاوتِ کلام اللہ مع ترجمہ اور مراقبہ ہے، مراقبے کے دوران اللہ تعالیٰ کے اسماء پکاریں اور درود شریف پڑھیں، اگر اس ذکر کے وقت تسبیح بھی چلاتے رہیں تو توجہ کے ارتکاز میں اضافہ ہوگا۔ سالک، اعتکاف کے ذریعے اپنی منازل سلوک طے کرتا ہے۔ گناہگار کے لیے اعتکاف، توبہ کی قبولیت کے لیے تریاق ہے، نزول رحمتِ الٰہیہ کے لیے اعتکاف ایک بڑا محرک ہے، دورانِ اعتکاف دعائیں قبول ہوتی ہیں اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

اعتکاف کو مجاورت بھی کہا گیا ہے، لفظ جوار (پڑوس) اور مجاور (پڑوسی) اسی سے ہیں، کیونکہ اعتکاف کریم ذات جل جلالہ وعم نوالہ کے دروازے پر جم کر بیٹھ جانے کا نام ہے، دروازے کے مالک کو اپنے دروازے کی لاج ہوتی ہے، سو وہ اعتکاف بیٹھنے والے کو محروم نہیں کرے گا، اعتکاف بیٹھنے والوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے پڑوسی کہہ کر پکارے گا، اسی طرح اعتکاف، شیطان مردود (جو انسان کا دشمن ہے) سے حفاظت کا موثر ذریعہ اور ہتھیار ہے، اعتکاف پل صراط سے بآسانی گزر کر جنت میں پہنچنے کا ذریعہ ہے، ملائکہ، معتکف کی مدد کرتے ہیں، اعتکاف والے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔ اعتکاف ایک ایسا بابرکت عمل ہے جو تکبر، غرور، گھمنڈ، انانیت اور خبط عظمت جیسی موذی بیماریوں، کو دل و دماغ سے کھرچ ڈالتا ہے۔

**فالحمد للہ۔**

---

رمضان المبارک 2018ء

# استقبالِ رمضان کے سلسلے میں منعقدہ پروگرام

## رپورٹ

انجینئر عبد اللہ اسماعیل

انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ کے زیر اہتمام گزشتہ کئی سالوں سے شہر کے مرکزی علاقے میں استقبالِ رمضان کا پروگرام منعقد کیا جا رہا تھا۔ امسال فیصلہ کیا گیا کہ اس پروگرام کو مرکزی سطح پر منعقد کرنے کی بجائے مختلف کالونیوں اور محلوں میں علاقائی سطح پر منعقد کیا جائے۔ چنانچہ ابتدائی طور پر 20 مقامات پر استقبالِ رمضان کا یہ پروگرام کرنا طے پایا، جن میں سے بفضل خدا 17 مقامات پر یہ پروگرام بخیر و خوبی منعقد ہوا۔ ان پروگراموں کی مختصر رپوٹ درج ذیل ہے:

(1) یکم مئی 2018ء بروز منگل کو قرآن اکیڈمی جھنگ میں خواتین کے ماہانہ پروگرام میں استقبالِ رمضان کے عنوان سے انجینئر عبداللہ اسماعیل صاحب نے خطاب کیا۔ اس پروگرام میں 50 خواتین نے شرکت کی۔

(2) 6 مئی کو چاہ بڈھے والا جھنگ صدر میں پروگرام ہوا جس کا اہتمام چودھری ناصر صاحب نے کیا اور انجینئر مختار فاروقی صاحب نے خطاب کیا۔ اس پروگرام میں 25 افراد نے شرکت کی۔

(3) 8 مئی کو ٹوبہ بائی پاس جھنگ صدر کے علاقہ میں پروگرام ہوا، جس کا اہتمام بھی چودھری ناصر صاحب نے کیا اور انجینئر مختار فاروقی صاحب نے روزہ اور قرآن کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اس پروگرام میں 15 افراد نے شرکت کی۔

(4) 9 مئی کو شکر گنج ملز ٹوبہ روڈ جھنگ صدر کے قریب پروگرام ہوا، جس کا اہتمام بھی چودھری ناصر صاحب نے کیا اور خطابت کی ذمہ داری انجینئر مختار فاروقی صاحب نے ادا کی۔ اس پروگرام میں 25 افراد نے شرکت کی۔

(5) 9 مئی کو مسجد بلال، سبزی منڈی روڈ جھنگ میں استقبالِ رمضان کا پروگرام ہوا، جس کا اہتمام عمیر اسد صاحب اور محمد کاشف صاحب نے کیا اور انجینئر مختار فاروقی صاحب نے خطاب کیا۔ اس پروگرام میں 30 افراد نے شرکت کی۔

(6) 9 مئی ہی کو جامع مسجد حسن معاویہ محلّہ سلطان والا جھنگ صدر میں ایک پروگرام ہوا، جس کا اہتمام جناب اعظم سیال صاحب نے کیا اور مولانا ذوالفقار علی نقشبندی صاحب نے ماہِ رمضان کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اس پروگرام میں 50 افراد نے شرکت کی۔

(7) 10 مئی کو فاران سکول، سیٹلائٹ ٹاؤن جھنگ میں یہ پروگرام ہوا، جس کا اہتمام عبدالمجید کھوکھر صاحب اور حاجی منظور انور صاحب نے کیا اور اس میں مولانا محمد انور چیمہ صاحب، پروفیسر طارق صاحب اور انجینئر مختار فاروقی صاحب نے خطاب کیا۔ اس پروگرام میں 30 افراد نے شرکت کی۔

(8) 11 مئی کو قرآن اکیڈمی جھنگ میں خطبہ جمعہ سے قبل استقبالِ رمضان کے موضوع پر انجینئر مختار فاروقی صاحب نے خطاب کیا۔ اس تقریب میں 40 افراد نے شرکت کی۔

(9) 11 مئی کو ہی جامع مسجد عبید اللہ محلّہ سلطانو الا جھنگ صدر میں استقبالِ رمضان کے موضوع پر انجینئر مختار فاروقی صاحب نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس پروگرام میں 50 افراد نے شرکت کی۔

(10) 11 مئی کو سیٹلائٹ ٹاؤن جھنگ میں افضل راہی صاحب کے زیر اہتمام نزدکی مسجد میں یہ پروگرام منعقد ہوا جس میں انجینئر مختار فاروقی صاحب نے خطاب کیا۔ اس پروگرام میں 30 افراد نے شرکت کی۔

(11) 12 مئی کو دار السکینہ روڈ جھنگ صدر میں ماسٹر ظفر اقبال ظفر صاحب کی رہائش گاہ پر

پروگرام ہوا اور انجینئر مختار فاروقی صاحب نے روزہ اور قرآن کے باہمی تعلق کے موضوع پر خطاب کیا۔اس میں 30 افراد نے شرکت کی۔

(12) 12 مئی کو قرآن اکیڈمی جھنگ میں رفقاء تنظیم اسلامی جھنگ کے ایک اجتماع میں استقبالِ رمضان کے موضوع پر ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کی ویڈیو دکھائی گئی۔جس میں 11 افراد نے شرکت کی۔

(13) 13 مئی کو مدرسہ للبنات جھنگ سٹی میں استقبالِ رمضان کے موضوع پر جناب انجینئر مختار فاروقی صاحب نے خطاب فرمایا۔اس پروگرام میں 150 خواتین اور 15 افراد شریک ہوئے۔

(14) 13 مئی کو راؤ کالونی ٹوبہ روڈ جھنگ صدر میں چودھری ناصر صاحب نے پروگرام کا اہتمام کیا اور انجینئر مختار فاروقی صاحب نے حاضرین سے خطاب کیا۔اس پروگرام میں 15 افراد نے شرکت کی۔

(15) 13 مئی کو لالہ زار کالونی نمبر 2،ٹوبہ روڈ جھنگ صدر میں محمد یعقوب صاحب نے پروگرام کا اہتمام کیا اور انجینئر مختار فاروقی صاحب نے خطاب کیا۔اس میں 30 افراد نے شرکت کی۔

(16) 14 مئی کو اس حوالے سے شاداب کالونی جھنگ صدر میں پروفیسر مہر غلام سرور صاحب کی رہائش گاہ پر پروگرام منعقد ہوا۔جس میں انجینئر مختار فاروقی صاحب نے روزہ اور خاص طور پر سمجھ کر قرآن پڑھنے کی اہمیت بیان کی۔اس میں 25 افراد نے شرکت کی۔

(17) 15 مئی کو محلّہ سلطانو والہ جھنگ صدر میں رانا امتیاز صاحب کی رہائش گاہ پر پروگرام منعقد ہوا اور انجینئر مختار فاروقی صاحب نے خطاب کیا۔اس میں 30 افراد نے شرکت کی۔

ان تمام پروگراموں میں ماہِ رمضان کی فضیلت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ روزہ اور قرآن کے تعلق پر خصوصی توجہ دلائی گئی اور لوگوں کو ترجمہ کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کی ترغیب دی گئی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔(آمین)

---

# مجلس اقبال چشمہ (میانوالی)

کے زیر اہتمام

# اقبال کانفرنس

رپورٹ: محمد ریاض

چشمہ کندیاں

دانائے راز، شاعر مشرق، مصور پاکستان، مفکر اسلام ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے افکار کی ترویج کے لیے مجلس اقبال چشمہ ایک عرصہ سے سالانہ کانفرنس کا اہتمام کر رہی ہے۔ حکیم الامت کے یومِ پیدائش اور یومِ وفات پر تقریبات کے اہتمام سے نہ صرف نسل نو کو فیض یاب کیا جا رہا ہے بلکہ محققین اور عام شہری بھی اس سے استفادہ کر رہے ہیں۔ گزشتہ دنوں مجلس اقبال چشمہ کے زیر اہتمام اباسین کلب میں اقبال کانفرنس منعقد ہوئی جس کے مہمانان خصوصی چیئر مین پاکستان ادب اکادمی ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم اور نائب ناظم اقبال اکادمی پاکستان پروفیسر ڈاکٹر طاہر حمید تنولی تھے۔ جبکہ ڈائریکٹر جنرل کے سی آئی آصف جمیل نے تقریب کی صدارت کی۔ نظامت کے فرائض عمیر اسلام نے انجام دیے۔ قاری محمد شفیق عمر حیلوی نے تلاوت اور اقبال کے نعتیہ کلام سے محفل میں رنگ بھر دیا۔ روشنی سکول چشمہ کے سماعت سے محروم بچوں نے قومی ترانے کو اشاروں کی زبان پیش کیا۔ لائبہ فاطمہ، شہر یار، امتہ الرحمٰن اور عطا محمد نیازی نے کلام اقبال پیش کیا۔ جسٹس جاوید اقبال کا ویڈیو پیغام بھی پروگرام میں شامل تھا۔ کلام اقبال ویڈیو کے ذریعے بڑی خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا گیا۔ صدر تقریب آصف جمیل نے کہا کہ ڈاکٹر علامہ اقبال ہمارا قومی اثاثہ ہیں۔ پاکستان کو ان کی امیدوں کے مطابق ڈھالنے کے لیے ہمیں تقریبات کا اہتمام کرنا چاہیے۔ زندگی میں جوش، جذبہ ولولہ اور امید بیدار کرنے کے لیے کلام اقبال سے استفادہ بہت ضروری ہے۔ عصر حاضر میں جو مسائل ابھر رہے ہیں ان کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں علامہ اقبال نے اپنے شعری سانچے میں پیش کر دیا ہے۔ تقریب کے مہمان خصوصی ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم نے کہا ہے کہ نسل نو تک فکر اقبال کے

عصری تقاضے منتقل کرنے کے لیے ایک تحریک کی ضرورت ہے۔ اقبال ہر دور کے شاعر ہیں۔ انھوں نے ایک خوابیدہ قوم کو بیدار کر کے جہد مسلسل کا درس دیا۔ احیائے فکر اقبال وقت کا اہم تقاضا ہے۔ ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم نے مزید کہا کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے۔ پاکستان کو مغربی تہذیب کی یلغار سے بچانے کے لیے ہمیں متحدہ ہو جانا چاہیے۔ سامراجی قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے امت مسلمہ کا اتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے۔

تقریب کے دوسرے مہمان خصوصی ممتاز ماہر تعلیم، ماہر اقبالیات اور محقق ڈاکٹر طاہر حمید تنولی نے کہا کہ ہمیں قائداعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال کے نظریات کی تشہیر کے لیے اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔ مغرب کی ذہنی، فکری، معاشی، تہذیبی اور نظریاتی غلامی سے نجات فکر اقبال کے عمیق مطالعہ سے ہی ممکن ہے۔ علامہ اقبال ایک آفاقی شاعر اور ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کے نقیب تھے۔ آج امت مسلمہ کو دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق امید کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔ ہمیں اپنی تہذیب و ثقافت پر عمل پیرا ہو کر میدانِ عمل میں آنا چاہیے۔ اقبال کی فہم و فراست سے استفادہ، بہت ضروری ہے۔ نوجوانوں کو اقبال کا شاہین بنانے کے لیے اساتذہ کرام اور اہل قلم کو اپنے فرائض منصبی ادا کرنے چاہییں۔ چودھری عنایت علی نے اپنی گفتگو میں کہا کہ زندگی مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔ علامہ اقبال ایک مفکر کی طرح سوچتے اور ایک مجاہد کی طرح اس پر عمل کیا کرتے تھے۔ ان کی شاعری اسلامی جذبوں کی آئینہ دار ہے۔ ان کا جذبہ حرکت عمل ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ مجلس اقبال کے صدر عارف نظامی نے فکر اقبال کے فروغ میں مجلس کے کردار کی تعریف کی۔ انھوں نے کہا کہ اقبال کا کلام بحر بیکراں ہے اور اس سے استفادہ کامیابی کی دلیل ہے۔ نوجوانوں تک اقبال کے نظریات پہنچانے کے لیے ہر سطح پر جدوجہد ہونی چاہیے۔ ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم اور ڈاکٹر طاہر حمید تنولی نے شرکاءِ تقریب کے سوالات کے جوابات دیے۔

اس موقع پر ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم اور ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، انجینئر چودھری عنایت علی، فرمان علی شاہ، ڈاکٹر ایاز احمد، محمد خان نیازی، عمیر اسلام، حامد سراج، عارف نظامی، عطا محمد نیازی اور ڈائریکٹر جنرل (کے سی آئی) آصف جمیل اور دیگر معززین کو یادگاری شیلڈز دی گئیں۔

مجلس اقبال چشمہ کی اس اقبال کانفرنس میں خواتین و حضرات کی کثیر تعداد نے تقریباً تین گھنٹے تک فکر اقبال سے فیض حاصل کیا اور بڑے انہماک سے مقررین کو سنا۔ شرکاء کانفرنس نے منتظمین کو مبارک باد دی نیز اس سلسلے کو جاری رکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

22 اپریل 2018ء اہل قلم سیمینار سے

# افتتاحی کلمات

انجینئر مختار فاروقی

22 اپریل 2018ء، قرآن آڈیٹوریم جھنگ، 10:30 تا 1:00 بجے ایک اہم سیمینار منعقد ہوا، جس کا عنوان تھا ''فکرِ اقبال کی روشنی میں اُمتِ مسلمہ کے مستقبل کی تشکیلِ نو میں اہلِ قلم کا رول''۔ اس سیمینار میں ملک کے معروف اہلِ علم نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ افتتاحی خطاب جناب انجینئر مختار فاروقی صاحب کا تھا۔ جس کو افادۂ عام کے لیے ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

صدرِ مجلس، مہمانانِ گرامی اور معزز حاضرین! آج کی اس ہماری تقریب کا عنوان ہے: ''فکرِ اقبال کی روشنی میں اُمتِ مسلمہ کے مستقبل کی تشکیلِ نو میں اہلِ قلم کا رول''۔ اس عنوان میں ایک چیز 'فکرِ اقبال' ہے، ایک 'اُمتِ مسلمہ کا مستقبل' ہے، اس کی 'تشکیلِ نو' ہے اور ایک 'اہلِ قلم' حضرات اس عنوان کے مخاطب ہیں۔ فکرِ اقبال کوئی نئی چیز نہیں ہے پاکستان کا ہر بچہ، ہر بوڑھا اور ہر جوان، چاہے وہ پاکستان بنتے وقت شعور کی عمر میں تھا یا بعد میں پیدا ہوا، وہ علامہ اقبال کے فکر اور ان کے کلام کا مرہونِ منّت ہے، اس کا احسان مند ہے۔ ہر وہ شخص جو اس ملک میں سانس لے رہا ہے وہ علامہ اقبال کے احسان سے سرتابی نہیں کرسکتا۔ اس لیے کہ یہ ملکِ پاکستان علامہ اقبال ہی کے فکر پر اور انہی کی تجویز پر تشکیل پایا تھا۔ علامہ اقبال کا 19 دسمبر 1930ء کا خطبہ اس کی بنیاد ہے۔

اسی بنیاد پر مارچ 1940ء میں قراردادِ پاکستان منظور ہوئی اوراسی کی بنیاد پر تحریک پاکستان چلی اور اسی کے نتیجے میں پاکستان بنا۔ یہ ملک علامہ اقبال ہی کی فکر کی بنیاد پر بنا تھااوراس ملک کا اتحاد،اس کی بقاء،اس کی سالمیّت اوراس کا مستقبل علامہ اقبال ہی کے فکر سے وابستہ ہے۔ جو حضرات فکر اقبال اور کلام اقبال سے واقف ہیں انہیں معلوم ہے کہ علامہ اقبال کا فکر قرآنِ مجید کے علاوہ کسی اور چیز کا نام نہیں ہے۔علامہ اقبال خود فرماتے ہیں: ع مرایاراں غزل خوانے شمردند یعنی مجھے لوگوں نے غزل خواں سمجھ لیا ہے کہ شعر کہہ رہا ہے گویا میراثی سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ میرے کلام میں قرآن کے سوا کچھ نہیں ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انہوں نے فارسی میں نظرانۂ عقیدت پیش کیا ہے۔جس میں ان کے الفاظ ہیں

گر دلم آئینۂ بے جوہر است ور بحرفم غیر قرآں مضمر است

میرے کلام میں سوائے قرآن کے اور کچھ نہیں ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ درخواست کررہے ہیں کہ اگر میرے کلام میں قرآن مجید کے علاوہ اور کچھ ہے تو

روزِ محشر خوار و رسوا کن مرا بے نصیب از بوسۂ پا کن مرا

قیامت کے دن میری شفاعت نہ کیجیے گا بلکہ مجھے رسوا کردیجیے گا مجھے اپنی قدم بوسی سے بھی محروم کردیجیے گا۔اتنی بڑی جسارت وہی کرسکتا ہے جس کو اپنے آپ پر مکمل اعتماد ویقین ہو۔

پاکستان اسلام کے نام پر بنااور'پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ' کا نعرہ لگا یہ صرف فکر اقبال ہی کی وجہ ہوا۔آج 22 اپریل کو ہم علامہ اقبال کے یومِ وفات کے موقع پر جمع ہوئے ہیں۔ 21اپریل کو ان کی وفات ہے،کل چھٹی نہیں تھی اس لیے آج ہم نے یہ پروگرام کیا ہے۔ 21اپریل 1938ء کو جب علامہ اقبال کی وفات ہوئی اس وقت قائداعظم حیدرآباد دکن میں تھے مشرقی ہندوستان کے علاقے میں مسلم لیگ کے کسی جلسہ میں شریک تھے اسی دوران ریڈیو سے خبر نشر ہوئی اور سنی گئی اور قائداعظم کو اطلاع ملی کہ علامہ اقبال وفات پا گئے ہیں۔آپ خود دیکھیں کہ ان کی نگاہ میں علامہ اقبال کتنی عظمت اور VALUE تھی۔اگر ہم دعویٰ کریں کہ قائداعظم ان کے فکر سے متاثر تھے اور کتنے متاثر تھے تو یہ ہماری جسارت ہوگی۔قائداعظم نے خود اعلان کیا کہ ہم اپنا

جلسہ منسوخ کرتے ہیں اور یہ جلسہ اقبال کا تعزیتی جلسہ ہوگا اور خود اس میں کہا کہ میں جو انگلستان سے واپس آیا ہوں اس کی سوائے اس کے کوئی اور وجہ نہیں ہے کہ علامہ اقبال نے مجھے قائل کیا ہے کہ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن درکار ہے اور یہ مقدمہ آپ ہی لڑ سکتے ہیں۔ آپ علامہ اقبال کی نگاہِ دُوررس کی داد دیجئے کہ اس بندے کو تلاش کرنا، اس کو قائل کرنا، اس کو واپس لے آنا، مسلم لیگ کا صدر بنا دینا اور اس بندے کی صلاحیتوں کا اور جس نے انہیں چنا اس کی بھی داد دیجئے کہ انہوں نے 1934ء میں مسلم لیگ کی صدرات سنبھالی اور 1947ء میں یہ پاکستان قوم کو تحفہ دے دیا۔

قراردادِ پاکستان کے بعد، (علامہ قبال تو اس وقت نہیں تھے لیکن) قائداعظم نے جو محنت کی ہے۔ اس وقت وہ پیرانہ سالی میں تھے ساٹھ سال سے زیادہ ان کی عمر تھی اور پاکستان بننے سے کوئی ڈیڑھ سال پہلے ان کو ٹی بی ہوگئی تھی اور ٹی بی بھی شدید، تیسرے درجہ کی تھی۔ آج تو یہ مرض قابل علاج ہے پہلے زمانے میں دوسرے اور تیسرے درجہ کی ٹی بی قابل علاج نہیں تھی۔ وہ بمبئ میں اپنے معالج پارسی ڈاکٹر کے پاس گئے اور اسے چیک کرایا وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا کہ آپ کو تو ٹی بی ہے۔ اس نے کہا کہ آپ تو بمشکل چھ مہینے زندہ رہیں گے بس۔ آپ کی ٹی بی کا ایکسرے بتا رہا ہے۔ قائداعظم نے کہا تھا کہ جنٹل مین! یہ ایکسرے تمہارے اور میرے درمیان راز رہے گا۔ اس ڈاکٹر نے بھی اس کو اپنے دراز میں لاک کر دیا۔ اگر یہ راز عام ہو جاتا تو شاید ہندو پاکستان بننے نہ دیتا۔ اس کیفیت میں بھی انہوں نے قیامِ پاکستان کے لیے محنت کی ہے۔ اس آزادی کے بعد اس ملک کے جو حالات ہوئے وہ لوگوں کے سامنے ہیں۔ جو عوام ہیں وہ تو عملاً صرف یہ محسوس کر رہے ہیں کہ لوٹ کھسوٹ ہے اور کوئی سہولت نہیں ہے، کہیں پانی نہیں ہے کہیں بجلی نہیں ہے اور اہل علم نظریاتی اور فکری طور پر جانتے ہیں کہ اس اُمت کا ایک مستقبل ہے۔ پاکستان کے مفکر اور پاکستان کی تجویز دینے والے علامہ اقبال، کے نزدیک یہ ملک ایسے ہی زمین کا ٹکڑا نہیں تھا، ان کے نزدیک قرآن اور حدیث میں جو بشارتیں آئی ہیں کہ قربِ قیامت میں اسلام دنیا میں دوبارہ غالب ہوگا اور واضح حدیثیں موجود ہیں اور جب یہ غلبہ ہوگا تو پوری دنیا پر غلبہ ہوگا۔ علامہ اقبال نے

یہ ساری حدیثیں پڑھ رکھی تھیں۔ 1930ء کے خطبہ آلہ آباد میں انہوں نے انہی کا حوالہ دیا تھا کہ اس کام کے لیے ہمیں ایک خطہ زمین چاہیے اور انگریز جب اس ملک سے دفع ہو تو وہ سارا ملک ہندوؤں کو مت دے کر جائے بلکہ جو مسلم اکثریت کے صوبے ہیں وہ مسلمانوں کو اور جو ہندو اکثریت کے صوبے ہیں وہ ہندوؤں کو دے کر جائے، تبادلۂ آبادی کی تجویز دی اور اسی کے مطابق پاکستان بنا۔ اور اس ملک کی بقا بھی فکر اقبال ہی سے منسلک ہے۔ اس ملک کی بقا اس فکر سے علیحدہ نہیں کی جا سکتی۔

ایک بات میں آپ کو ضرور کہوں گا کہ اگر آج بھی پاکستان میں ایسی ایک شخصیت کا نام لیا جائے جس پر قدیم اور جدید تعلیم یافتہ، سارے مسالک کے علماء، واعظین اور ذاکرین اور عوام سب جمع ہو سکتے ہیں تو وہ علامہ اقبال کی شخصیت ہے۔ ہر آدمی انہی کا کلام پڑھ رہا ہے عوام بھی پڑھ رہے ہیں اور خواص بھی، علماء بھی پڑھ رہے ہیں اور ہر مسلک کا آدمی بھی پڑھ رہا ہے۔ ہر ممبر اور محراب سے یہ آواز آرہی ہے اور یونیورسٹیوں اور کالجوں میں بھی پڑھا جا رہا ہے۔ اور اس کے باوجود پڑھا جا رہا ہے کہ موجودہ زمانے کی حکومتوں نے اور اربابِ اختیار نے ستم ڈھایا کہ علامہ اقبال کے یومِ وفات کی چھٹی بھی ختم کر دی اور یومِ پیدائش کی چھٹی بھی ختم کر دی، ان کا تذکرہ اپنے نصابِ تعلیم سے نکال دیا پھر بھی ان کا کلام پڑھا جا رہا ہے۔ علامہ اقبال کے فکر کے مطابق پاکستان کا ایک عالمی مستقبل ہے، اس ملک نے بین الاقوامی سطح پر ایک کردار ادا کرنا ہے، اللہ نے یہ ملک خاص طور پر ہمیں دیا تھا، اس کی فلاح کی طرف قدم بڑھانا، اس کے بارے میں سوچنا، اس کی طرف پیش قدمی کرنا یہ آج کی اشد ضرورت ہے۔

عوام تک یہ بات پہنچانا کیسے ممکن ہو۔ دو پلیٹ فارم ہیں جن سے عوام کی رہنمائی کی جا سکتی ہے۔ ایک ممبر و محراب ہے، جہاں لوگ از خود ہر جمعہ کے دن چلے جاتے ہیں۔ ہم جمعہ کے علاوہ لوگوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کا آنا مشکل ہے لیکن جمعہ کے دن مساجد میں تو لوگ از خود نہا دھو کر صاف لباس پہن کر پہنچ جاتے ہیں، یا تو وہاں سے یہ آواز اٹھے کہ فکر اقبال پر اس ملک کی دوبارہ تعمیر نو کی جائے یا اہل قلم حضرات ہیں جو آج کی اس ہماری تقریب کے مخاطب

ہیں۔اہل قلم حضرات تحریر کے ذریعے، افسانوں کے ذریعے، ڈراموں کے ذریعے، مضامین کے ذریعے، قلمی جہاد کر کے، لسانی جہاد کر کے اس قوم کی ذہن سازی کر سکتے ہیں کہ یہ ملک کس لیے بنایا گیا تھا اور یہ ملک کیوں بنایا گیا تھا۔اور ہماری جدید نسل کو یہ بات معلوم ہی نہیں ہے۔نصاب سے تحریک پاکستان نکال دی گئی ہے اس کو پڑھایا ہی نہیں جاتا۔وہ دشمن جس سے لڑ کر ہم نے یہ ملک حاصل کیا تھا اس کو دوست ثابت کیا جا رہا ہے۔اس کے ساتھ دوستی کے سبق دیے جا رہے ہیں۔

آج ضرورت ہے کہ جو حضرات بھی اہل علم ہیں اور ان کے ہاتھ میں قلم ہے وہ کچھ لکھ سکتے ہیں کچھ بول سکتے ہیں اظہار خیال کر سکتے ہیں۔اظہار خیال کرنا انسان کی سب سے بڑی صلاحیت ہے۔قرآن مجید میں یہی کہا گیا ہے:

اَلرَّحْمٰنُ O عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ O خَلَقَ الْاِنْسَانَ O عَلَّمَهُ الْبَيَانَ O

انسان کی سب سے بڑی جو صلاحیت ہے وہ بولنے کی صلاحیت ہے، بیان کی صلاحیت ہے۔انسان کے دماغ میں جو چیز سب سے بعد میں وجود میں آتی ہے وہ SPEECH CENTER ہے یہ انسان کی سب سے اعلیٰ صلاحیت ہے۔جو آدمی اپنی بات نہیں کر سکتا اور اپنا مافی الضمیر لوگوں کو نہیں بتا سکتا وہ انسانوں میں بھی اعلیٰ درجے کا شمار نہیں ہو سکتا۔اصل انسان تو ہے ہی وہ جو اپنا مافی ضمیر بیان کر سکے۔انسان کو حیوان سے ممیّز کرنے والی چیز ہی یہ ہے کہ انسان حیوانِ ناطق ہے۔تو اس تقریب کے حوالے سے یہ توجہ دلانی ہے کہ آپ حضرات میں سے جو نوجوان ہیں وہ ابھی سے اسلام کے عالمی غلبے کو اپنا مطمع نظر بنائیں، علم حاصل کریں اور اسی کو پیش نظر رکھیں۔جو بڑے حضرات ہیں وہ اپنے فکر، اپنے عمل اور اپنے کردار کے ذریعے آج سے ہی ایک اچھے مسلمان کی حیثیت سے اور ایک اچھے پاکستانی کی حیثیت سے زندگی گزاریں۔اگر پاکستان کا اچھا مستقبل دیکھنے کی خواہش ہے تو اس حیثیت سے ہمارے کندھوں پر ایک بوجھ ہے۔مسلمان کی حیثیت سے بھی ہے اگر ہم حضرت محمد ﷺ کو مانتے ہیں قرآن اور حدیث کو مانتے ہیں تو بھی ہمارے ذمے ہے کہ محمد ﷺ کا دین ساری دنیا پر غالب ہونا ہے۔یہ کام کس نے کرنا ہے؟ مسلمانوں نے ہی کرنا ہے اور اگر اس ملک میں رہتے ہیں، تو اس ملک کے مجوّز اور مفکّر علامہ اقبال ہیں اور انہی کا فکر اس

ملک کو اکٹھا رکھ سکتا ہے۔ ان کی فکر یہ تھی کہ ہم پاکستان زمین کا ایک ٹکڑا پالینے کے لیے نہیں حاصل کر رہے۔ بلکہ دورِ جدید اور عصرِ حاضر میں اسلام کی تعلیمات کا ایک نمونہ لوگوں کو دکھانا تھا۔

اس گفتگو کے بعد میں آج کی تقریب کے حوالے سے حافظ عاکف سعید صاحب جو صدر تحریک خلافت پاکستان ہیں، امیر تنظیم اسلامی بھی ہیں جو خود تو اس تقریب میں شریک نہیں ہو سکے انہوں نے چند سطروں کا ایک پیغام بھیجا ہے، وہ میں آپ کو پڑھ کر سنا رہا ہوں.................

(جناب حافظ عاکف سعید صاحب اور دیگر اہل علم حضرات کے پیغامات و تاثرات حکمت بالغہ مئی 2018ء کے شمارے میں شائع ہو چکے ہیں۔)

اس کے ساتھ ہی میں اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں مجھے امید ہے کہ آج کے جو ہمارے مہمان تشریف لائیں ہیں اور انھوں نے اب اظہار خیال کرنا ہے وہ اس موضوع پر آپ حضرات کی مجھ سے کہیں بہتر انداز میں رہنمائی کریں گے اور جوش و جذبہ پیدا کریں گے تاکہ آپ یہ جذبہ دوسرے لوگوں تک منتقل کر سکیں اور کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ اسی جذبہ کو عام کر دے اور پاکستان کا مستقبل بہتر ہو جائے۔ وَ مَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

---

# حیا کا مفہوم اور اہمیت

پروفیسر مہر غلام سرور

بے حیائی فحاشی، عریانی، بداخلاقی اور رشتوں کے تقدس کی پامالی اہل مغرب کے تحفے ہیں جن کو مسلمان معاشروں نے سرعت سے اپنانا شروع کر رکھا ہے۔ دن بدن ان خباثتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ہماری کم نصیبی کہ ان ناسوروں کا تدارک کرنے کی بجائے ان کے معاون اور سہولت کار بن چکے ہیں۔ خاص کر ہماری نئی پود دھڑا دھڑ اس کا شکار ہو رہی ہے۔ اس کی وجہ اسلامی تعلیمات، قرآن حکیم اور رحمتِ عالم ﷺ کی احادیث سے رُوگردانی ہے۔ اس گمراہی اور ضلالت میں دور حاضرہ کا میڈیا بھیانک اور شرمناک کردار ادا کر رہا ہے۔ وقت کے حکمرانوں اور سیاستدانوں کو اپنی کرسی، دولت، شہرت اور نام نہاد ملعون جمہوریت نے اندھا کر رکھا ہے۔ جائز و ناجائز، حلال و حرام ان کے نزدیک ماضی کی باتیں ہیں۔ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ ہر اچھی چیز مومن کی گم گشتہ میراث ہے جہاں کہیں سے ملے لے لو۔ رونا اس بات کا کہ اہل مغرب نے اسلام کی ہر خوبی اپنا لی ہے باقی جتنا گند تھا وہ ہمیں گفٹ کر دیا ہے مثلاً قانون کا احترام، اداروں کا استحکام اور عدلیہ کی آزادی، مغربی معاشرے میں بڑے سے بڑا آدمی کوئی جرم کرے تو اسے ملکی قانون کی رو سے کٹہرے میں کھڑا ہونا پڑے گا۔ عوام کے حقوق کا تحفظ، محنت و مشقت، حب الوطنی، کلچرل اقدار کی پاسداری، صحت و تعلیم کی سہولتیں وغیرہ بلکہ بعض مغربی ممالک میں "UMAR LAWS" کی پابندی کی جاتی ہے۔ باقی جو جملہ فحاشی، بے حیائی، عدمِ مساوات وغیرہ ہیں وہ ہمیں EXPORT کر دی ہیں۔ جس طرح کچھ عرصہ قبل سونیا گاندھی نے فخریہ کہا تھا کہ ہمیں اسلحہ سے پاکستان سے

جنگ کرنے کہ ضرورت نہیں، ہم نے کلچرل وار جیت لی ہے۔ بھارتی فلمیں، ڈرامے اور دیگر فحش پروگراموں کے ذریعے پاکستان کو مغلوب کرلیں گے۔آج کل تقریباً ہر پاکستانی گھر میں انٹرنیٹ اور کیبلز کا راج ہے۔کوئی اللہ کا نیک بندہ اس فحاشی کی آندھی کے سامنے آڑ بننے کی کوشش کرے تو اسے طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے کے علاوہ دقیانوس اور تنگ نظر ملاّ جیسے خطابات سے نوازا جاتا ہے۔ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس معاشرے میں فحاشی اور بدکاری پھیل جائے اس پر آسمان سے پتھر برستے ہیں۔

1398ء میں امیر تیمور نے دلّی پر حملہ آور ہو کر اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی۔کئی دنوں تک لوٹ مار کے علاوہ قتل عام کیا تو چند امراء نے بچ بچا کر دہلی کے نواح میں شیخ نظام الدین اولیاء سے درخوست کی اس بلا کے ٹلاؤ کے لیے دعا کریں۔تو شیخ موصوف نے تاریخی جملہ کہا: ''شامت اعمالِ ما صورتِ تیمور گرفت''۔ جو آج کل نام نہاد مسلمان ممالک بھگت رہے ہیں یہ سب کچھ ہماری شامت اعمال ہے۔غلام قوموں کا یہی انجام ہوتا ہے۔ بقول علامہ اقبال

ع غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں

ے میں تجھ کو بتاتا ہوں ، تقدیر اُمم کیا ہے

شمشیر و سناں اوّل ، طاؤس و رباب آخر

شیر دکن سلطان ٹیپو نے کہا تھا۔شیر کی ایک دن کی زندگی گیڈر کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔

یہ تو عنوان سے متعلق تمہید ہے جو کچھ زیادہ طویل ہوگئی۔اصل موضوع ''حیا کا مفہوم اور اہمیت'' کی طرف آتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی ساٹھ یا ستر سے زائد شاخیں ہیں، ان میں افضل ترین 'لا اِلٰہ اِلا اللہ' ہے اور سب سے کم راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا ہے۔ان شاخوں میں حیا ایک اہم جز ہے۔

حیا کے لفظی معانی وقار، سنجیدگی اور متانت کے ہیں۔ یہ بے حیائی کا الٹ ہے۔ یہ وہ انسانی وصف ہے جو انسان کو نیکی کرنے اور برائی نہ کرنے پر ابھارتا ہے۔حیا بھلائی اور خیر کے جذبے کا نام ہے اس وصف کی بدولت نیکی سے پیار اور برائی سے نفرت ہو جاتی ہے۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ محسن نسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیا کا نتیجہ خیر ہے بلکہ حیا ساری کی ساری خیر ہے۔

زید بن طلحہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر دین کی ایک پہچان ہوتی ہے ہمارے دین کی امتیازی شناخت شرم وحیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا: حیا اور ایمان ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اگر ان میں سے ایک اٹھ جائے تو دوسرا خود بخود اٹھ جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو حیا نہیں کرتا تو تو آزاد ہے جو جی میں آئے کرتا پھر۔

آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ بشر کو ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس سے حیا کی صفت چھین لیتا ہے وہ بغض وکینہ اور حسد کی برائی میں مبتلا ہو جاتا ہے اس کے بعد اس سے امانت کی صفت ختم ہو جاتی ہے، وہ خائن اور بد دیانت ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے رحم کا مادہ ختم ہو جاتا ہے پھر وہ ملعون بن جاتا ہے اور اس طرح وہ مکمل طور پر اسلام سے نکل جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیا ایمان میں سے ہے اہل ایمان وحیا جنت میں ہیں۔ بے حیائی بدی میں سے ہے اور بدی والے دوزخی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کوئی نامحرم آدمی کسی عورت سے تنہائی میں ملے اور وہاں تیسرا شیطان موجود نہ ہو۔

الغرض جس معاشرے میں بے حیائی و بے غیرتی کی وبا پھیل جائے وہ زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا انجام کس قدر چشم کشا (eye opener) ہے۔

دورِ حاضر کی مثال 2005ء کا تباہ کن زلزلہ ہے جس میں ہزار ہا لوگ لقمہ اجل بن گے لاکھوں مویشی ہلاک ہوگئے اربوں کی املاک جن میں مکانات، سکول، کالجز، ہسپتال، وغیرہ شامل تھے صفحۂ ہستی سے نابود ہو گئے۔ مظفر آباد سے لے کر بالاکوٹ تک کا علاقہ زلزلے کی لپیٹ میں آیا۔ واقفانِ علاقہ بتاتے ہیں کہ یہ سارا ریجن بدکاری، شراب خوری، جوا اور دیگر شرمناک برائیوں کا گڑھ بن چکا تھا۔ ہماری اس وقت کی وفاقی حکومت اور حکومت آزاد کشمیر اپنی عیش طرازیوں میں

غرق تھیں۔ جب سے پاکستان معرضِ وجود میں آیا ہے ہمارے ملک کا علماء طبقہ جس کا اِن شرمناک برائیوں اور خباثتوں کے تدراک کا اوّلین فرض بنتا تھا، اقتدار کی غلام گردشوں میں، حاکمانِ وقت کی چاپلوسی اور کاسہ لیسی میں مصروف رہا۔ آج بھی اس طبقے کا کردار ہمارے سامنے ہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ طبقہ ان سب برائیوں گمراہیوں اور رسوائیوں کے لیے حکمرانوں کا سہولت کار ہے۔

ع حذر، اے چیرہ دستاں! سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

علامہ مرحوم نے طویل عرصہ قبل قوم مسلم کو عموماً اور دینی طبقہ کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا تھا:

اے لا اِلٰہ کے وارث! باقی نہیں ہے تجھ میں
گفتار دلبرانہ ، کردار قاہرانہ
تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے
کھو گیا ہے تیرا جذبِ قلندرانہ

---

# فرمانِ حضرت قائدِاعظم محمد علی جناح

## آئینِ پاکستان کا حقیقی مأخذ اور قراردادِ مقاصد کی اصل روح

''اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہیے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کی تکمیل کا واحد ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے، نہ کسی پارلیمان کی، نہ کسی اور شخص کی، یا ادارہ کی، قرآن کریم کے اَحکام ہی سیاست یا معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کرتے ہیں۔

اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے۔ اور حکمرانی کے لیے آپ کو علاقہ اور مملکت (پاکستان) کی ضرورت ہے۔''

(عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن کے طلبہ سے خطاب)

روزنامہ انقلاب' لاہور' 8 فروری 1942ء